رسائل
۶۸۳

رجسٹرڈ نمبر ایل ۳۵۹

یَا اَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ



زیر سرپرستی امیر الامرا سرکار راجہ محمد امیر احمد خاں صاحب بہادر آف محمود آباد
زیر نگرانی حضرت تاج العلما جناب مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مجتہد العصر
زیر ادارت سید آغا مہدی رضوی

۱۳۶۷ھ

(مطبوعہ الواعظ صفدر پریس لکھنؤ)

مقاصد

(۱) مذہب اسلام کا اکمل الادیان ہونا۔
(۲) پیغمبر اسلام کا افضل الخلائق ہونا۔
(۳) اسلامی شریعت کی حکمت اور اسکی جامعیت۔
(۴) اسلامی اخلاق وآداب کی افضلیت۔
(۵) اسلامی تمدن کی فوقیت۔
(۶) اسلامی احکام اور قوانین شریعت
(۷) ائمہ طاہرین کے کمالات وہدایات۔
(۸) سلف صالحین کے تاریخی حالات
(۹) قرآن مجید کا افضل الکتب ہونا
(۱۰) اثبات اصول اسلام بدلائل عقلیہ ونقلیہ
(۱۱) فلسفہ قدیمہ وجدیدہ اور دیگر مذاہب کے مقابلہ میں حمایت اسلام وازالہ شبہات
(۱۲) انکشافات جدیدہ وحقایق اسلام
(۱۳) اخبار علمیہ۔

قواعد

۱- یہ رسالہ بالفعل ہر انگریزی مہینہ کی آخری تاریخوں میں شایع ہوگا۔
۲- ہر خریدار کو کم از کم ایک سال کے لئے رسالہ خریدنا ہوگا۔
۳- نمونہ کا پرچہ ۲ر کے ٹکٹ آنے پر روانہ ہوسکتا ہے۔
۴- جواب طلب امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ آنا چاہیئے۔
۵- اشتہارات کی اجرت بذریعہ خط وکتابت طے ہوسکتی ہے۔
۶- علمی معاملات کے متعلق خط وکتابت وارسال مضامین بنام مدیر اور دیگر امور کے متعلق بنام منیجر ہونا چاہیئے۔
۷- شرح قیمت روسا و والیان ملک سے جو مرحمت فرمائیں۔ عام خریداروں سے للعہ غربا و طلبا سے بشرط تصدیق ۵

پتہ:- دفتر الواعظ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ

ہدایات

(۱) مقاصد رسالہ کا لحاظ رکھکر مضمون لکھا جائے ورنہ درج نہ ہوسکے گا۔
(۲) مضامین عموماً مختصر ہونا چاہیئے۔ اڈیٹر کو تغیر وتبدل کا اختیار ہوگا
(۳) عبارت حتی الامکان سلیس اور عام فہم ہو حاشیہ پر جگہ رہے۔
(۴) مضامین صاف خط میں تحریر کئے جائیں اور عبارات عربیہ پر اعراب لگائے جائیں۔ نیز عربی عبارات کا دوسرے کالم میں ترجمہ ہونا چاہیئے۔
(۵) حتی الامکان کتب منقول عنہا کا حوالہ دیا جائے۔
(۶) ناقابل اشاعت مضمون واپس نہ ہوگا اگر ضرورت ہو تو صاحب مضمون کو ٹکٹ بھیجنا چاہیئے۔

ہندوستان میں قتل اعظم

صد افسوس کہ بدنصیب ہندوستان اپنے محبوب ترین مدبر کو کھو چکا اور
گاندھی جی نے دفعتہً سفر آخرت کیا ۳۰ جنوری کی شام ملک کیلئے مصیبت عظمیٰ تھی
جسکی نظیر شام ابد تک نہ ملے گی وہ یقیناً ابنا ملت کے لئے پدر شفیق تھے اُن کی
آغوش تربیت ہندوستان کیلئے چاہنے والی ماں سے بھی زیادہ آرام و آسائش
کے ذمہ دار تھی وہ زندگی کے تمام لمحات کو پبلک کی خدمت اور جانداروں کے تحفظ میں
صرف کرنا چاہتے تھے فتنہ و فساد اور خانہ جنگی کا اُنکی صلح کن طبیعت پر سخت ترین بار تھا
اور ہندوستانیوں کے ہر درد دکھ کے ساتھی تھے اُن کے نظریے ہی وہ اصول تھے
جن کو یاد کرکے ہر گھر میں اُن کا ماتم ہے۔

اس قیامت زا خبر کے پہونچتے ہی تین روز مدرسۃ الواعظین اور اس کے جملہ دفاتر
بند رہے پشت صفحہ پر اس خونچکاں داستان کی تفصیل ہے

نئی دہلی ۳۰ جنوری۔ آج شام کو ۵ بجے کے بعد گاندھی جی حسب معمول اپنی دونوں پوتیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے پراتھنا کے جلسے میں گئے، تقریر شروع کرنے سے قبل وہ جلسگاہ کے چبوترے پر ہاتھ جوڑے حاضرین کو سلام کر رہے تھے کہ ایک ہندو نوجوان نے ان پر پستول سے پانچ فائر کر دیے ایک گولی ان کی پیشانی پر لگی اور دو گولیاں انکے پیٹ پر لگیں یہ ہندو نوجوان خاکی لمبی کوٹ میں ملبوس تھا اس کی عمر کا اندازہ ۳۰ برس کیا جاتا ہے۔

یہ حادثہ اتنا اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوا تھا کہ لوگوں کو پہلے تو اس کا احساس بھی نہیں ہوا آخر کار حملہ آور پکڑ لیا گیا گو کہ وہ مجمع میں چھپ کر غائب ہونا چاہتا تھا۔

گاندھی جی خون میں لت پت ہو چکے تھے انکو ایک پلنگ پر ڈال کر برلا ہاؤس لیجایا گیا۔ ان کے کمرے میں کسی کو جانے کی اجازت نہیں تھی ان کی پارٹی کی عورتیں اور مرد ان کے چاروں طرف بیٹھکر گیتا کے اشلوک پڑھنے لگے ان کا منھ مشرق کیطرف کر دیا گیا آخر ۲۵ منٹ کے بعد گاندھی جی سورگ باش ہو گئے۔

گاندھی جی کے چھوٹے صاحبزادے دیوداس گاندھی ان کی میت کے سرہانے بیٹھے ہوئے آنسو بہا رہے تھے۔ مولانا آزاد کی آنکھوں سے بھی آنسو رواں تھے۔

اعلان ہوا کہ کل شام کو ۴ بجے آخری رسوم جمنا ندی پر انجام پائیں گی انتقال کے وقت گاندھی جی کی عمر ۷۸ برس چار مہینے تھی۔

الواعظ

جلد ۲۹ | بابت ماہ فروری ۱۹۴۸ء مطابق ربیع الاول ۱۳۶۸ھ | نمبر ۲

رسول نمبر

ادارہ نے طے کیا ہے کہ انشاء اللہ مارچ کے پرچے میں تمام علمی مقالات پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس سیرت پر سپرد قلم کئے جائیں اہل قلم افراد جلد اپنے بلند پایہ مضامین اور حضرات شعراء ولولہ انگیز اشعار روانہ کرکے الواعظ کی زینت بڑھائیں۔

منیجر

عرض حال

ہو اک نظر ادھر بھی

ناظرین رسالۂ الواعظ کو سال نو (۱۹۴۸) مبارک ہو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ یہ سخت ترین سال کسی نہ کسی طرح گذر گیا ملک کی تقسیم ہو چکی ہندوستان اور پاکستان ایک ملک میں دو اقلیمیں نمودار ہو گئیں اس ملکی تقسیم نے مراسلت میں وہ رخنہ اندازی کی کہ خدا کی پناہ کبھی تو ادارہ الواعظ میں خطوط کی بھیڑ اور کبھی ہفتہ عشرہ رجسٹر میں صفر کی علامت عرصہ تک جدید انتظام کی بنا پر دی پی پاکستان جانے سے ملتوی رہے۔ یوں تو ہر ماہنامہ اور اخبار کو نقصان پہونچا مگر یہ حقیقت حال ہے کہ دور حاضر میں جیسا نقصان الواعظ کو ہوا کسی پرچہ کو نہ ہوا ہوگا۔ علاقہ پنجاب اور سرحد میں مبلغین مدرسۃ الواعظین گذشتہ کارناموں کی بنا پر زیادہ سے زیادہ خریدار بنے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ دو تین ماہ سے اُدھر کی مراسلت اتنی سنگین اور متوحش ہو چکی ہے کہ نہ ہماری آواز وہاں تک باآسانی پہونچتی ہے اور نہ وہاں کے خطوط یہاں تک بروقت آتے ہیں۔ محرم نمبر میں تقریباً ۵۰ دی۔ پی ایسے افراد کے واپس آگئے ہیں جو کہ انتقال سکونت کر چکے ہیں اور مؤمنین نے اپنا خاص پتہ دفتر کو نہیں روانہ کیا۔ بیشتر دی۔ پی اگست اور ستمبر کے ہنوز نہ واپس ہوئے اور نہ کچھ پتہ ہے کہ وہ مکتوب الیہ تک پہونچے یا نہیں۔ ایسی حالت میں کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ الواعظ کس طرح اپنی منزلوں کو تمام کرے۔

ناظرین سے مخفی نہیں ہے کہ ہندوستان کا یہ تبلیغی اور مذہبی آرگن صرف اصلاح خلق اور عقائد حقہ امامیہ کے نشر کے لئے جاری کیا گیا تھا اس سے جلب منفعت کی غرض بالکل نہ تھی واعظین مدرسہ کی کارروائیوں سے یہی پرچہ قوم کو باخبر کرتا تھا مگر وائے بر حال ما کہ جس رسالہ کا حق تمام قوم شیعہ کی گردن پر ہو وہ ایسے عالم میں ہو کہ اپنے پیر پر کھڑا نہ ہو سکے۔

کیا میں امید کروں کہ جو حضرات ترک سکونت کر چکے ہوں وہ جلد از جلد اپنا پتہ اور تمام خوشخط تحریر فرما کر ادارہ کو مطلع کریں تاکہ جتنے پرچے مومنین کو نہ ملے ہوں وہ روانہ کئے جائیں۔ ناظرین الواعظ بخوبی واقف ہیں کہ یہ رسالہ صرف تبلیغی نقطۂ نگاہ سے شائع ہوتا ہے اس نازک اور پر آشوب وقت میں جبکہ خریداری کی کمی سے ہمارا ہاتھ بٹائیں اور دیگر حضرات مومنین کی طرح چار چار جلد یں خریدار مرحمت فرما کر ادارہ کی امداد فرمائیں اگر ناظرین رسالہ الواعظ نے ہماری نحیف آواز پر لبیک کہی تو ہمارا ارادہ ہے کہ مستقبل قریب میں ہم رسالہ کو تبدیل کر کے قوم کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید بنا سکیں آپ دیکھئے اور جلد کوشش کیجئے کہ مدرسۃ الواعظین کا یہ آرگن پھر اپنی گوناگوں ترقیوں کے ساتھ قومی خدمات میں مصروف ہے

راغب ہلوری

منیجر الواعظ

السلام علیٰ من تولّیٰ نبی الرحمۃ اہل القربیٰ

دفن شہدا

از قلم آغا مہدی مدیر الواعظ

تھے کہ حسین
ہمارے اجدا
کا الزام لگا۔
ے قتل حسین کا
انکی قتل حسین کا الزام
ید اور اس کے اجداد کی تقلی
ق کے داغ ہیں جو اد
جگر کا پاک خو

دفن شہداء

امام کی تجہیز و تکفین اور اس کے آخری خدمات کا انجام دینا معصوم ائمہ سے صحیح ہو سکتا ہے اس مطلب پر جو عمومی و خصوصی ادلہ وبراہین ہیں وہ اسلام میں مسلمہ حقیقت ہیں اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا ہے مجلسی علیہ الرحمہ نے بحار الانوار کی جلد ہفتم میں اس موضوع پر پورا باب سپرد قلم کیا ہے وہ اس بحث میں تحریر فرماتے ہیں:۔

(۱) قب ابو بصیر قال الصادق علیہ السلام فیما اوصانی بہ ابی علیہ السلام ان قال یا بنی اذا انا مت فلا یغسلنی احد غیرک فان الامام لا یغسلہ الا الامام (بحار الانوار جلد ۷ چھاپہ ص ۲۲۱ مطبوعہ ایران ۱۳۰۲ھ)

مناقب میں ابو بصیر سے روایت ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے میرے والد ماجد نے اپنی وصیتوں میں یہ وصیت کی کہ جب میں دنیا چھوڑ دوں تو تمہارے سوا مجھے کوئی غسل نہ دے اس لئے کہ امام کو امام غسل دیتا ہے۔

(۲) کا الحسین بن محمد عن معلیٰ عن محمد بن جمہور عن ابی معمر قال سألت الرضا عن الامام یغسلہ الامام؟ (المراد انہ کما غسل موسیٰ المعصوم لا یغسل الامام الا المعصوم) معہ انہ یحتمل ان یکون حضر یوشع یغسلہ وقیل المراد غسل موسیٰ بشعیب۔

(بحار الانوار جلد ہفتم)

ابی معمر نے امام رضا علیہ السلام سے پوچھا کہ امام کو امام ہی غسل دیتا ہے فرمایا یہ موسوی سنت ہے۔ مجلسی علیہ الرحمہ نے اس حدیث پر جو تبصرہ کیا ہے اس میں فرماتے ہیں کہ ظاہر اخبار یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کو فرشتوں نے غسل دیا تھا اور یہ بھی احتمال ہے کہ وفات موسیٰ کے وقت یوشع حاضر تھے انھوں نے غسل دیا یا یہ مراد ہے کہ جسطرح موسیٰ نے حضرت شعیب نبی کو غسل دیا اسی طرح معصوم کے جنازہ میں معصوم ہی غسل و کفن کر سکتا ہے۔

حدیث شریف کا حل ہمارے مفر نہیں ہے حضرت موسیٰ کو ملائکہ غسل دیں یا یوشع یا حدیث میں حضرت موسیٰ کے ہاتھ سے شعیب کے غسل کا تذکرہ ہو تو بہر حال یہ ثابت ہے کہ غیر معصوم کا ہاتھ معصوم کی میت پر نہیں لگا اور غسل کا حق صرف معصوم کو ہے۔ فہو المراد۔

قال سنة موسیٰ بن عمران ... الملائکة غسلوا موسیٰ ... [illegible]

(۳) [illegible] عن ابن عيسى عن البزنطي عن عبد الرحمن بن سالم عن المفضل عن ابي عبد الله عليه السلام قال قلت له من غسل فاطمة قال ذاك امير المؤمنين فكأني استعظمت ذالك من قوله فقال كأنك ضقت بما اخبرتك به قال فقد كان ذالك جعلت فداك. قال فقال لا تضيقن فانها صديقة ولم يكن يغسلها الا صديق اما علمت ان مريم لم يغسلها الا عيسى .

(بحار جلد ۷ ص ۲۲۱ چاپ ایران)

مفضل راوی ہیں کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ فاطمہ زہرا کو کس نے غسل دیا تھا فرمایا قسم بخدا امیر المومنین نے۔ مفضل کہتے ہیں کہ یہ بات مجھے کچھ عظیم نظر آئی۔ آپ نے فرمایا تم میری باتوں سے تنگدل ہو میں نے عرض کیا کہ میں فدا ہوں آپ پر ایسا ہی ہے فرمایا تنگدل نہ ہو وہ معظمہ صدیقہ تھیں اور ان کو صدیق ہی غسل دے سکتا تھا تمہیں نہیں معلوم کہ حضرت مریم کو جناب عیسیٰ نے غسل دیا تھا۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ معصوم کو غسل معصوم ہی دے سکتا ہے اگر کہا جائے کہ اس مقصد سے مسئلہ کا کوئی تعلق نہیں ہے زیر بحث یہ امر ہے کہ دفن میں بھی امام کی شرکت لازم ہے یا نہیں تو ہم کہیں گے کہ یہ مرقومہ بالا نظریہ کی فرع ہے جب غسل دینا امام کے لئے ضروری ہے تو دفن بدرجہ اولیٰ شامل ہے مجلسی علیہ الرحمہ اس موضوع کی احادیث کو یکجا کرنے سے قبل سرنامۂ سخن میں فرماتے ہیں۔

امام کو امام دفن کرتا ہے

سیاتی فی اخبار شہادۃ موسیٰ بن جعفر ان الرضا حضر ببغداد وغسله وكفنه ودفنه عنقریب امام ہفتم کی شہادت کے واقعات میں آئے گا کہ امام رضا مدینہ سے بغداد پہونچے اور اپنے بابا کو غسل دیا کفن پہنایا دفن کیا۔

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے دفن حضرت امیر المومنین کے حالات میں لکھا ہے :۔

كذالك يفعل بالاوصياء بعد الانبياء حتى لوان نبيا مات في المشرق ووصيه في المغرب الحق الله الوصي بالنبي (مناقب ابن شہر آشوب)

اوصیاء کی خدمت انبیاء کے بعد یہی ہوتی ہے یہانتک کہ اگر نبی مشرق میں وفات پائے اور وصی مغرب میں ہو تو خدا وصی کو نبی سے ملحق کرتا ہے۔

بحار جلد نہم مطبوعہ ایران ص ۲۲۱ میں بھی یہ عبارت موجود ہے اور اس کا مقصد بھی وہی ہے جو علامہ مجلسی کا مختار ہے اور اس اعتقاد کے تصریحات یہ ہیں کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ نے حضرت امیر المومنین علیہ السلام سے فرمایا یا علی انت الذی تدفنی في حفرتی وتؤدی دینی (بحار الانوار جلد ۹ ص ۲۲۲)

اے علی تم دو ہو کر مجھے قبر میں سپردِ خاک کرو گے اور میرے قرضوں کو ادا کرو گے اس پیشین گوئی کو ولایت امیر المومنین کے استدلال میں مجلسی علیہ الرحمہ نے درج کیا ہے اور یہی وصیت خود حضرت امیر نے امام حسنؑ و حسینؑ سے فرمائی، مجلسی علیہ الرحمہ کا بیان ہے۔

اوصی به ابنیه الحسن والحسین علیهما السلام اذا قال لهما اذا امتّ فغسلانی وحنطانی واحملانی بالليلة سرًا وادفنانی فی القبر الذی یوضع السریر علیه (بحار الانوار)

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے دونوں فرزندوں حسنینؑ کو وصیت کی اور کہا کہ جب میں مرجاؤں تو تم دونوں مجھکو غسل دینا اور حنوط کرنا اور شب کو پوشیدہ طور سے میری میت اٹھانا اور جہاں تابوت رک جائے وہیں مجھے تم دونوں دفن کرنا۔

اس قبر کے کھودنے والے بھی معلوم تھے چنانچہ جناب ام کلثوم علیہا السلام کا بیان ہے کہ جب زمین کھودی تو قبر تیار ملی اور ایک لوح برآمد ہوئی جس پر سریانی زبان میں لکھا ہوا تھا۔

هذا قبر قبّرہ نوح النبی علیه السلام لعلی وصی محمد قبل الطوفان بسبعمائة عام (مناقب آل ابیطالب بحار الانوار جلد نہم و مراۃ العقول شرح کافی)

یہ وہ قبر ہے جسکو نوح نبی نے (پیغمبر آخر الزمان) محمد (صلعم) کے وصی علی کے لئے طوفان سے سات سو برس پہلے تیار کیا: معلوم ہوا کہ دفن میں شیخ المرسلین حضرت نوح کا برگزیدہ ہاتھ شامل تھا۔

امام حسنؑ کا دفن

دمیری نے حیوۃ الحیوان میں امام حسنؑ کے حالات میں لکھا ہے:۔

وکان قد اوصی لاخیه الحسین رضی الله تعالی عنهما وقال اذا انا مت فادفنی مع جدی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان وجدت الی ذالک سبیلا وان منعوک فادفنی ببقیع الغرقد (حیوۃ الحیوان دمیری ص ۴۹)

انھوں نے اپنے بھائی حسینؑ سے وصیت کی تھی اور کہا تھا کہ جب میں سفر آخرت کرجاؤں تو مجھکو میرے نانا رسول خدا صلعم کے پہلو میں دفن کرنا بشرطیکہ تم کو موقع ہاتھ آئے اور اگر تم روکے جاؤ تو پھر مجھے بقیع میں سپرد خاک کرنا۔

سلمان فارسی کا دفن

اسی سلسلہ کی ایک مستحکم کڑی یہ بھی ہے کہ سلمان فارسی جنکے بارے میں سید ابن طاؤس کی رائے[1] ہے کہ وہ آخر اوصیائے حضرت عیسیٰ بن مریم سے تھے اور ملجماً عصمت انکو معصوم ہی دفن کرسکتا تھا چنانچہ سلمان کے آخری خدمات حضرت امیر المومنین نے مدائن جاکر

[1] مہج الدعوات ص ۲۶۴ چھاپ بمبئی ۱۲۹۹ھ

انجام دیے سلمان فارسی کو اپنے اس فضل و شرف کا علم تھا قال زاذان فلما ادرک سلمان الوفاۃ نقلت لہ من المغسل لک قال من غسل رسول اللہ نقلت انک من المدائن وھو بالمدینۃ فقال یا زاذان اذا انت شددت لحیتی تسمع الوجبہ فلما شددت لحیۃ سمعت الوجبہ وادرکت الباب فاذا انا بامیر المومنین ثم اخذ فی تجہیزہ ۔

(مناقب ابن شہر آشوب جلد دوم صفحہ ۲۴۹ باب فی معجزاتہ فی نفسہ طبع ایران ۱۳۱۷ھ)

(خلاصۂ مضمون) زازان کا بیان ہے کہ جب سلمان کا وقت آخر قریب ہوا تو میں نے پوچھا کہ آپ کو غسل کون دیگا فرمایا جس نے رسول کو غسل دیا میں نے کہا کہ آپ مدائن میں ہیں اور وہ مدینہ میں کہا لے زاذان جب تم تحت الحنک باندھتے لگو گے تو اس کی آہٹ پاؤ گے زاذان کہتا ہے کہ جب میں سر باندھ رہا تھا تو حضرت علی مرتضیٰ علیہ السلام کی آہٹ پائی اور دروازہ پر پہونچا تو وہ حضرت کھڑے ہوئے تھے اور آپ ہی نے تجہیز و تکفین کی ۔

جب یہ ثابت ہوا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ کو علی مرتضیٰ نے اور حضرت امیر المومنین کو امام حسنؑ نے اور امام حسن کو امام حسین نے دفن کیا تو کوئی وجہ نہیں کہ امام حسینؑ کو دفن کرنے میں امام زین العابدین کا ہاتھ نہ ہو ، کافی کتاب الحجہ ، زاد المعاد ، جلاء العیون ، رجال کشی ، مجالس مفجعہ ، ناسخ التواریخ جلاء مولفہ عبد اللہ بن رضا الحسینی سید ہاشم بحرینی علیہم الرحمہ نے تصریح کی ہے کہ امام زین العابدین باعجاز قید شام سے آئے اور لاشوں کو دفن کیا ۔

فائدہ علم الارض پر تبصرہ کرنے والے جانتے ہیں کہ کربلا کے گرد و نواح میں آباد رہنے والے کل اہل اسلام تھے ان میں اگر یہودیوں کی بستی ہوتی تو کسی جغرافیہ میں تصریح ہوتی قاموس الامکنہ والبقاع اور خریدۃ العجائب ابن وردی وغیرہ عربی جغرافیہ کی کتابیں معترض کا ساتھ نہیں دیتیں اور صراحت نہیں ملتی کہ کربلا میں یہودی آباد تھے ۔

امام کے دفن میں بنی اسد شریک تھے یہ تاریخی حقیقت ہے جس کو ابو جریر طبری ابن اثیر جذری اور مسعودی ایسے بلند پایہ سنی مورخین نے بھی تسلیم کیا ہے ۔

(۱) ابو الحسن علی بن حسین بن علی مسعودی المتوفی ۳۴۶ھ رقمطراز ہے ودفن اھل الغاضریہ وھم قوم من بنی اسد الحسین واصحابہ بعد قتلھم بیوم (مروج الذہب صفحہ ۱۴۳ برحاشیہ تاریخ کامل جلد ششم چھاپ مصر)

امام حسین اور ان کے اصحاب کو اہل غاضریہ نے جو بنی عامر کی اولاد میں بنی اسد تھے دفن کیا

(۲) ابن اثیر جذری نے اپنے نظریہ کو اپنے الفاظ میں یوں نقل کیا ہے ۔

ودفن الحسين واصحابه اهل الغاضرية من بنی اسد بعد قتلهم بیوم ۔

(تاریخ الکامل ۳، صـ۲۳۳)

حسین واصحاب حسین کو غاضریہ کے رہنے والوں نے بنی اسد سے دفن کیا ۔

علماء شیعہ میں ابن شہر آشوب فخر الدین بن طریح نجفی، شیخ مفید علیہ الرحمہ المتوفی ۔۔۔ مجلسی علیہ الرحمہ صاحب عوالم کو مجالس مفجعہ وغیرہ اکابر علماء شیعہ اور دیگر علماء اسلام میں عصر حاضر کے مفکر علی جلال مؤلف الحسین نے بھی اس سے اختلاف نہیں کیا ہے کہ بنی اسد نے دفن میں حصہ لیا یزید کی فوج میں جو عنصر شہدائے کربلا کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچ رہا تھا اس کا ان مقدس نفوس سے جنگ اور شہداء کو بے دفن چھوڑ کر چلے جانا جہاں اُن کے خبث نفس اور زیور ایمان سے معرا ہونے کا ثبوت ہے وہاں اہل قریہ کا دفن شہداء کی سعادت حاصل کرنے والوں کا یہ نیک اقدام اُنکے ایمان پر نص ہے ۔

بنی اسد کا مذہب

قبیلہ بنی اسد کا مسلمان ہونا اس کے نامور افراد سے ظاہر ہے حبیب بن مظاہر اسدی مسلم بن عوسجہ انس بن حارث ایسے مشہور شہداء کربلا اسی قبیلہ کے محترم ذوات ہیں بنی اسد سے سات شخص معرکۂ کربلا میں کام آئے، بنی اسد وہی جماعت ہے جسکو انصار دین میں شامل کرنے کیلئے شب عاشور حبیب ابن مظاہر نے امام حسینؑ سے اذن حاصل کیا تھا مظلومیت کے بے پناہ اثر سے اس قبیلہ میں آجتک وہ ہمدردی و شغف باقی ہے جس کا ان کے اسلاف سے مظاہرہ ہوا تھا اور حرم اقدس میں عاشور و اربعین کے دن بنی اسد کا ماتمی دستہ جس جوش و ولولے سے سینہ زنی کرتا ہے وہ عملی ثبوت ہے ان کے ایمان کا کوفہ میں جبوقت آل محمد اسیر ہوکر پہونچے اور ابن مرجانہ نے اپنے خطبہ میں جناب امیر المومنین اور فرزند رسول کی شان میں ناسزا وار الفاظ استعمال کئے اور عبد اللہ بن عفیف نابینا صحابی حضرت علیؑ مرتضی نے دنداں شکن جواب دیا اور دشمن نے چاہا کہ اس حق گوئی کے جرم میں عبد اللہ بن عفیف کو قتل کر دیا جائے تو چونکہ ان کا تعلق بھی قبیلہ بنی اسد سے تھا اور کوفہ میں اس گروہ کے جو لوگ آباد تھے انھوں نے جوش شجاعت میں جیرہ دستی کا جواب عملاً دیا ابو اسحاق اسفرائنی کا بیان ہے :-

قال امض وایتنی براس ابن عفیف الاسدی فلما بلغ ذالک الاسد یوت اجتمعوا لیمنعوهم من صاحبهم فبلغ ذالک ابن زیاد فجمع قبائل مضر وضمهم الی محمد بن الاشعث وامره ان یقاتل القوم فمضی وقاتلهم قتالا شدیدا فانهزم الاسدیوت

(نور العین فی مقتل الحسین صـ۴۵ مدرسۃ الواعظین لکھنؤ)

عہد مامون رشید کے ایک واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قبیلہ کے بعض افراد حامل اسرار اہلبیت تھے

ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ حالات حضرت امیرالمومنین علیہ السلام میں لکھتے ہیں۔

خرج بعض الخلفاء یتصید فی ناحیة الغریین والثنویه وارسل الکلاب فلجأت الظباء الی الاکمة فرجعت الکلاب ثم ان الظباء هبطت فیها وصفت الکلاب مثل الاول فسأل شیخا من بنی اسد فقال ان فیها قبر علی بن ابیطالب جعله الله حرما لا یاوی الیه شیء الا امن (مناقب آل ابیطالب ج۲ مطبوعہ بمبئی ص۲۱۹)

بعض بادشاہ حدود نجف میں شکار کے لئے آئے اور کتے ہرن پر چھوڑے ہرن نے ایک مقام پر پہونچکر پناہ لی اور شکاری سگ الٹے آئے دوسری مرتبہ پھر ایسا ہی ہوا اور ہرن تک کتے نہ پہونچ سکے اُس وقت ایک بوڑھے سے جو قبیلہ بنی اسد کا رہنے والا تھا سبب پوچھا اُس مرد پیر نے کہا کہ یہاں قبر امیرالمومنین علیہ السلام ہے جس کو خدا نے حرم قرار دیا ہے جو یہاں پناہ لے گا خدا اُس کو امان دیگا۔

اس بیان سے واضح ہوا کہ عام نگاہوں سے قبر امیرالمومنین پوشیدہ تھی مگر بنی اسد ایسے رازدار تھے کہ اُن کو اس امر مخفی کا علم تھا اور وہ اس خصوصی علم کے حامل تھے۔

آیندہ کے ایک عنوان سے معلوم ہوگا کہ معصوم نے ان کے ایمان پر نص کی ہے اور دفن کی خدمت انجام دینے کے تذکرے میں اس شبہہ کو محسوس کیا ہے کہ مبادا ان پر نصرت حسین نہ کرنے کا الزام عائد ہو اور صدائے استغاثہ کان میں پہونچنے پر امامت سے ترک تعاون ان کو دائرہ مذہب سے خارج کردے اس چیز کو زیر نظر رکھکر فرمایا ہے کہ وہ ہر گروہوں میں شریک نہ تھے قول فعل نیت ہر حیثیت سے بے تعلق تھے۔

شہیدان راہ حق کے دفن کا باطنی سامان اور عالم روحانیات کی کارفرمائی

روایت ام ایمن جو جناب زینب سلام اللہ علیہا کے ملفوظات کا غیر فانی شاہکار ہے اس حقیقت افروز کلام میں ہے جسکو مقتل عوالم ناسخ التواریخ بحار میں نقل کیا ہے ہم فاضل اجل وانجم آقا سید عباس بن محمد رضا القمی طاب ثراہ کے مقتل سے نقل کرتے ہیں۔

قول اللہ عزوجل تقبض روحها بید که و هبط الارض ملائکه من السماء السابعة معهم انیة من ایاقوت الزمرد مملوة من ماء الحیات وحلل من حلل الجنة و طیب من طیب الجنه فغسلوا جثتهم من ذالک الماء والبسوها الحلل وحنطوها بذالک الطیب و صلت الملائکة صفا صفا علیهم ثم یبعث اللہ قوما من امتک لا یعرفهم الکفار ولم یشترکوا فی تلک الدماء بقول ولا فعل ولا نیة فیواروا

اجسامهم ویقیمون رسما لقبر سید الشہداء علیہ السلام بتلک البطحا یکون علما لاهل الحق وسببا للمؤمنین الی الفوز (نفس المہموم فی مقتل المظلوم ص۱۰ باب نجف اشرف ص۲۰)

خداوندعالم نے اپنے ید قدرت سے شہدائے کربلا کی روحیں قبض فرمائیں اور آسمان ہفتم کے فرشتے زمین پر یوں اترے کہ ان کے ہاتھوں میں یاقوت و زمرد کے ظروف پر از آب حیات تھے اور بہشت کے خلعت اور جنت کی خوشبو ساتھ تھی ان معصوم ہاتھوں نے ان پاکیزہ جسموں کو اس پانی سے نہلایا اور حلے پہنائے اور حنوط کیا اور فرشتوں نے گروہ در گروہ ان پر نماز پڑھی پھر خدا نے ایک قوم کو آپ کی امت سے بھیجا جو ان کے خون میں شریک نہ تھے بات چیت سے نہ ہاتھ پاؤں سے نہ دل کے ارادہ سے انھوں نے جسموں کو تہ خاک کیا الخ

یہ وہی عبارت ہے جسکے پیش کرنے کا ہم نے وعدہ کیا تھا اور اس میں بنص الٰہی امام حسینؑ کو سیدالشہداء بھی کہا گیا ہے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس منظر پر بھی امام حسینؑ کے تعارف کے لئے عام نگاہیں پڑیں اور لاعلم انسان فرشتوں کو جن سمجھے مقتل ابو اسحاق اسفرائنی کا واقعہ نگار لکھتا ہے۔

وتركوا القتلى مطروحين بارض كربلا ستولى دفنهم قوم من الجن فصلوا على تلك الجثث الطاهرة المرملة بالدماء دفنوهم على ماهو عليه (نور العین عربی)

پسر سعد کی فوج نے لاشہائے شہداء کو ارض کربلا پر افتادہ چھوڑ دیا اور ان کی تدفین قوم جن کے ہاتھوں ہوئی انھوں نے ان پاکیزہ جسموں پر جو آغشتہ بخون تھے نماز پڑھی اور دفن کیا ارواح انبیاء اور روحانیین کو جن سمجھنا تعجب نہیں

مظلوم کربلا کو رسولؐ نے دفن کیا

گذشتہ نظریہ کا ایک ثبوت یہ بھی ہے جسکو فخرالدین بن طریح نجفی نے تحریر فرمایا ہے:۔

روى عن ابن عباس قال كنت قائما فى منزلى بالمدينة قايلة الظهر فرأيت رسول الله وهو مقبل من نحو كربلا وهو اشعث اغبر والتراب على شيبة وهو باكى العين حزين القلب ومعه قارورتان مملوتان دما فقلت له يارسول الله ماهذه القارورتان المملوتان دما فقال هذه فيها من دم الحسين وهذه الاخرى من دم اهلبيته واصحابه وانى الآن رجعت من دفن ولدى الحسين وهو مع ذالك لا يفيق من البكاء والنحيب قال ابن عباس فاستيقظت من نومى فزعا مرعوبا حزينا على الحسين ولم اعلم مقتله فبقيت الهم والغم اربعة وعشرين يوما حتى جاء الناعى الى المدينة مقتل الحسين فحسبت من يوم الرؤيا الى ذالك اليوم فاذا هو يوم قتل الحسين وفى تلك الساعة كان مقتله فتعجب من ذالك وتزايد بثه حزنا۔

(منتخب فی المراثی والخطب مطبوعہ بمبئی ص۱۴۵ ۱۳۰۱ھ)

ابن عباس سے روایت ہے کہ میں اپنے گھر میں سو رہا تھا دوپہر کا وقت تھا کہ میں نے دیکھا پیغمبر خدا کربلا کی طرف سے سر برہنہ جسم اور ریش پر خاک پڑی ہوئی آنکھوں سے آنسو بہتے ہوئے دل میں (ایک عظیم) رنج اور ساتھ ان کے دو شیشے خون سے بھرے ہوئے، میں نے کہا کہ یہ خون کے بھرے ہوئے شیشے کیسے ہیں فرمایا اس ایک شیشے میں حسین کا خون اور دوسرے میں ان کے اصحاب اور اہلبیت کا خون ہے اور میں ابھی دفن حسین سے فارغ ہو کر پلٹ رہا ہوں یہ فرماتے ہوئے پیغمبر روتے تھے اور نالہ کناں تھے"۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں خواب دیکھ کر بیدار ہوا اور گریہ وبکا حسین پر شروع کی مجھے خبر نہ تھی کہ وہ قتل ہو گئے میرا غم والم باقی رہا اور ۲۴ دن کے بعد جو مدینہ میں قتل حسینؑ کی خبر آئی تو میں نے شمار کیا اور معلوم ہوا کہ اسی وقت امام حسینؑ نے شہادت پائی مجھے اس خواب سے تعجب ہوا اور میرا حزن بڑھ گیا۔

قرآنی استدلال اور حدیث معصوم

یہودیوں کا شہداء کربلا کے پاکیزہ ترین اجسام کو دفن کرنا وہ باطل نواز نظریہ ہے جس سے قرآن مجید بھی اظہار نفرت کرتا ہے جبکہ آیۂ تطہیر محمدؐ وآل محمدؐ کی طہارت پر قطعی فیصلہ کر چکی ہے تو ان نفوس قدسیہ کو یہودیوں کا ہاتھ لگانا کیونکہ ممکن تھا کسی غیر مسلم ہاتھ سے خون آلودہ مجروح جسم کا مس ہونا یقیناً اس میت کو نجس کر دے گا اور معاذاللہ آیۂ تطہیر کی گواہی غلط ہو جائے گی لہذا آل رسول کی نسبت کوئی مسلم تو اس گندگی بھلانے کو پسند نہ کرے گا کہ ان کو مسلمانوں کی بستی میں غیر دفن کریں اگر احادیث ائمہ کا مفاد، شیعہ علماء کے تصریحات، مقاتل کی عبارتیں نہ بھی سامنے ہوتیں تو اس قسم کے تمام مواد کی رد میں لیذهب عنکم الرجس اهل البیت کی نوید ایمان افروز کافی ہے اور کئی اماموں کا انصار امام کی زیارت میں طبتم وطابت الارض التی فیها دفنتم کہنا ان کی جسمانی طہارت پر ایک نص صریح ہے چونکہ شارع نے قرآنی آواز انما المشرکون نجس کی خلاف ورزی نہیں کی لہذا کوئی حق نہ تھا معصوم کو کہ وہ یہودیوں کی مس کردہ لاشوں کو پاک کہیں اور جب پاک کہا تو یہ شبہہ بھی باقی نہیں رہا کہ کوئی نجس ہاتھ ان کے جسم شریف تک پہونچے لہذا طہارت جسد میں اس سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ آیۂ تطہیر نے ابدالآباد تک ان کی طہارت پر نص کی ہے اور "طبتم" کا خطاب خود پاکیزگی کا ذمہ دار ہے۔

(۲) محقق طریحی نے علم حدیث کے مسلم الثبوت لغت میں اقرار کیا ہے کہ جناب سید الشہداء نے (۲ محرم کو) زمین کربلا ساٹھ ہزار درہم کو بنی اسد سے خریدی اور بیع تمام ہونے پر اس املاک کو پھر بنی اسد ہی کو ہبہ کر دیا یہ کیسا شاندار و پردہ احسان عظیم ہے جو حسینی سیاست کا ایک نمایاں پہلو ہے اور اگر وہ غیر مسلم ہوتے تو اتنی بڑی آراضی کا انھیں ہبہ کر دینا کوئی خاص تعاون نہ تھا آراضی بھی ہبہ کی اور زائروں کی آمد کے سلسلہ میں وصیت بھی کی کہ

ان یوسّدوا الیٰ قبابکہ ویضیفوا ثلاثۃ ایام (مجمع البحرین و مطلع النیرین)

ہمارے زائروں کو نشان قبر بتانا اور تین دن اپنا مہمان کرنا یہ دلیل صریح ہے بنی اسد کے اسلام پر اگر وہ یہودی ہوتے تو زائرین کے ان کے یہاں مہمان ہونے کی وصیت صحیح نہ تھی اسلئے کہ غیر مسلم کے یہاں مہمان ہونا اور اکل و شرب باجماع شیعی آئین کے خلاف ہے۔

اخبار پیام اسلام اور اُسکی حمایت میں جو لٹریچر لکھنؤ میں شائع ہو رہا ہے

کامل بہائی کی چشم دید عبارت

اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ العیاذ باللہ یہودیوں نے شہدائے کربلا کو دفن کیا اور بار بار علامہ طبرسی کا نام لیا جاتا ہے حالانکہ حقیقت امر یہ نہیں ہے اصل عبارت ملاحظہ ہو۔

"چوں عمر سعد رحلت کرد از کربلا قومی از بنی اسد کوچ کردہ می رفتند بکربلا رسیدند و آں حالت دیدند امام حسینؑ را تنہا دفن کردند و علی بن الحسین را پائین پائے او نہادند و عباس را برکنارہ فرات آنجا کہ شہید کردہ بودند دفن کردند و باقی را قبرے کندند و جملہ شہدا را دراں قبر نہادند و حر بن یزید را اقربائے او در جائے کہ شہید کردند دفن کردند و قبرہائے شہدائے معین نیست کہ ہر یک کدام است الا آنکہ لاشک حائر محیط است جملہ از جانب پائین حسین علیہ السلام الا آنکہ علی بن الحسین الاصغر نزدیک تر است بپائین حسینؑ علیہ السلام و بنو اسد بر قبائل عرب فخر آوردند کہ نماز بر حسین کردیم و دفن امام و اصحاب او کردیم و گفتہ اند کہ چوں خیبر فتح شد رسول را جمعی یہودان بگریختند بعراق آمدند و نزدیک کربلا منزل ساختند و بزرگ ایشاں را ابراہیم ردیل نام داشتند چوں لشکر از کربلا برفت ایشاں بربام خانہ می خفتند نظر ایشاں بکربلا افتاد نورے دیدند کہ از ابدان امام و شہدا بر می آید تا باسماں رعایا را جمع کردند و روز دویم و گفتند ایں قوم قوم بزرگ اند عند اللہ کہ ہمہ شب نور نازل می شد و بر سر ایشاں بیائید تا ایشاں را دفن کنیم برفتند و ایشاں را دفن کردند (کامل بہائی باب ۲۹ صفحہ ۲۹)

کربلا سے جب عمر سعد نے کوچ کیا تو بنی اسد کے ایک گروہ نے وہاں پہونچکر شہیدوں کو (بے گور و کفن) دیکھا اور (حضرت) امام حسین علیہ السلام کو تنہا دفن کیا اور علی بن الحسینؑ کو ان کے پائین پا سپرد خاک کیا اور عباس کو فرات کے کنارے جہاں کہ ان کو شہید کیا تھا اور باقی شہیدوں کو ایک جگہ دفن کیا اور حر بن یزید کو اسکے قرابتداروں نے جس جگہ کہ مقتول پایا وہیں دفن کر دیا ان شہیدوں کی قبریں معین نہیں ہیں کہ کون کہاں ہے مگر یہ (ناقابل انکار ہے کہ) (عمارت) حائر سب کو گھیرے ہوئے ہے اور یہ مدفن پائین پا واقع ہے صرف حضرت علی اکبرؑ سب سے زیادہ قریب ہیں۔ بنی اسد عرب کے قبیلوں پر فخر کرتے تھے کہ ہم نے امام حسینؑ پر نماز پڑھی اور امام اور ان کے اصحاب کو دفن کیا۔

کہا گیا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو خیبر کے یہودی فرار کر کے مملکت عراق آئے اور کربلا کے قریب ٹھہرے ہوئے
تھے ان کے مورث اعلیٰ کے نام ابراہیم اور روئیل تھے جب فوج شام چلی گئی تو وہ یہودی گھوڑوں
پر سوار ہو کے تھے نظر انکی زمین کربلا پر پڑی اور ایک نور دیکھا جو امام اور شہیدوں کی لاشوں سے
آسمان تک ساطع تھا دوسرے دن انھوں نے بنی اسد کو جمع کیا اور کہا یہ خدا کے نزدیک
بزرگان قوم ہیں ساری رات ان کے جسموں سے تا نور بلند رہتا ہے چلو اور ان کے
بالین پر بیٹھ کر انھیں دفن کرو بنی اسد آئے اور ان کو دفن کیا"

اس عبارت میں صدر کلام میں مؤلف نے وہی بیان دفن شہدا پر سپرد قلم کیا ہے جو تمام مقاتل آج تک
لکھتے چلے آئے ہیں کہ بنی اسد نے یہ لاشیں دفن کیں اور وہ فخر بھی کرتے تھے کہ ہم کو یہ شرف حاصل ہے کہ ہم
نماز میں شریک تھے اس ذمہ دارانہ بیان کے بعد مؤلف نے آخر میں وہ بیان لکھ دیا ہے جس سے پیام اسلام
فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اس بیان کا سرنامہ "گفتہ اند" ہے اس محل پر عرب اہل قلم "قیل" کی لفظ
استعمال کر کے اپنی برائت کا ثبوت دیتے ہیں نفس المہموم کے باخبر مؤلف نے اس مقام پر کامل حزم و احتیاط
سے کام لیا ہے اور آخری حصہ کو اپنے عربی مقتل میں غیر معتبر سمجھکر درج نہیں کیا۔

پھر بھی اس بیان سے وہ فائدہ اٹھانا جو پیام اسلام کا مقصد ہے ممکن نہیں ہے کیوں کہ اوپر کے بیان میں
جب یہ بات ثابت ہو چکی کہ دفن شہدا کا سہرا بنی اسد کے سر ہے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ موخر الذکر عبارت میں رعایا
کی لفظ کے معنی بنی اسد اور رفتند کا مصداق وہی ہیں جن کا دفن میں حصہ لینا ثابت ہے لہذا ثابت اس قدر ہوتا ہے
کہ یہودیوں نے بنی اسد کو آمادہ کیا ہے اور دفن میں یہودیوں کا ہاتھ ہرگز نہیں ہے اصل عبارت یہ ہے کہ
"رعایا جمع کردند" نینوا کی رعیت کو جمع کیا اگر وہ خود دفن کر سکتے اور اپنے تئیں اس خدمت کا اہل سمجھتے تو
باشندگان نینوا سے رجوع کی کوئی ضرورت نہ تھی "برفتند وایشاں را دفن کردند" وہی گروہ بنی اسد
جن سے دفن کی تحریک کی تھی اپنے گھروں سے چلے اور انھوں نے کربلا والوں کو دفن کیا اگر بنی اسد کے سوا
عام لوگوں میں کوئی اور دفن کرتا تو قبائل عرب ہرگز اس غلط افتخار کو نہ سنتے اور وہ بنی اسد کو ٹوک دیتے کہ
تم نے نہیں یہودیوں نے یہ عزت حاصل کی ہے۔

کامل بھائی کی عبارت سے جو نئی بات معلوم ہوئی ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ دفن کی تحریک میں غیر مسلم
ذوات شریک تھے لیکن اس تحریک کا استناد خود مؤلف کی نظر میں ثابت نہ تھا ورنہ وہ کسی کتاب کا حوالہ
دیتے راوی کا نام بتاتے۔

کامل بھائی کی حیثیت پیام اسلام نے تو کتاب کی عبارت میں کوئی حصہ نہیں لیا جو پمفلٹ شائع ہوا ہے

وہ قوم کے سامنے مؤلف کی بلند ترین حیثیت دکھاتے ہیں حالانکہ اصلیت اسکے خلاف ہے مولف کا نام حسن علی بن محمد الحسن الطبرسی ہے اور خاتمہ تحریر میں یہ عبارت درج ہے۔

قد تمت ھذہ النسخۃ المسمٰی بکامل البھائی فی السقیفۃ فی سنہ خمس وسبعاین وستمائۃ فالحمد للہ رب العالمین۔ یہ کتاب جس کا نام کامل بہائی فی السقیفہ ہے ۶۷۵ھ میں تمام ہوئی ذیحجہ ۱۳۲۳ھ کا مطبوعہ نسخہ جو مطبع فیض رساں بمبئی میں چھپا ہے ہمارے سامنے ہے اسکو طبرسی علیہ الرحمہ کی تالیف کہکر قوم کو مغالطہ دینا ہے فن رجال کی موجودہ کتابوں میں اس کتاب کا پتہ کہیں نہیں ملتا۔

کیا یہودیوں کی اس تحریک کو دیگر مقاتل نے بھی دنیا کے سامنے پیش کیا ہے؟

لہوف مناقب ابن شہر آشوب، منتخب طریحی، ارشاد شیخ مفید، بحار الانوار، عصر حاضر کے کتب نفس المہموم وغیرہ میں کہیں اس شاخسانہ کا ذکر نہیں ہے یہ روایت جسکو پیام اسلام نے پیش کیا ہے دراصل نہضہ، ابصار العین ہے مگر مؤلف بحور الغمہ نے کوئی پہلو ایسا آنے نہیں دیا جس سے مفاد مذہب پر ضرب آئے

بحور الغمہ کی روایت چنانچہ بحور الغمہ جلد اول اڈیشن سوم مطبوعہ نخاس جدید مجلس صد و یازدہم میں ہے۔

"عمر سعد نے گیارہویں تاریخ تک کربلا میں توقف کیا اور اپنے کشتگان نجس کو غسل و کفن دیا مگر شہدا ابرار کو اسی حالت سے چھوڑ کر روانہ شام ہوئے چونکہ وہ روز شنبہ تھا یہودان مسیب گھروں سے باہر نکل کر صحرا میں اپنے دین کے موافق عبادت میں مصروف ہوئے دیکھا کہ ایک جانب ستون نور بلند ہے دن بھر عبادت میں مصروف رہے کچھ خیال نہوا شب کو جو اپنے کوٹھوں پر بیٹھے تو خیال کیا کہ وہ نور کربلا کی طرف ہے خیال کیا کہ اس میں کچھ اسرار خدا ہے صبح کو اٹھارہ یہودی تحقیق حال کے لئے روانہ ہوئے جب قریب پہونچے تو دیکھا کہ صحرا خون سے رنگین ہے اور قریب سو آدمیوں کے تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے خاک و خون میں غلطاں پڑے ہیں اور ایک لاش پر جو نشیب میں رو بقبلہ ہے پرندہ ہوا پر پروں کا سایہ کئے فریاد کرتے ہیں یہ واقعہ مصیبت افزا دیکھکر دل بھر آئے بستی میں آکر اہل قریہ سے کیفیت دریافت کی اور بنی اسد نے تمام حالات بیان کئے اور ابن زیاد کے خوف سے دفن نہ کر سکنے پر افسوس کیا یہودی سنکر خاموش ہوئے اور پھر مسیب میں آکر اپنی قوم سے سارا واقعہ بیان کیا سب نے آپس میں مشورہ کیا کہ اگرچہ دین محمدی ہمارے دین کے خلاف ہے مگر وہ اپنی قوم کے سردار تھے حمیت عرب سے بعید ہے کہ اُن کی لاش یوں بے گور و کفن پڑی رہے غرض سترویں تاریخ وہ سب کے سب بقصد دفن کربلا میں آئے اور دفن کرنا چاہتے تھے کہ ایک عورت قبیلہ بنی اسد سے پانی بھرنے فرات پر آئی اس نے جاکر اپنے قبیلہ کو اس حال سے آگاہ کیا اور عورتوں نے سنتے ہی چادریں اپنے سروں سے اتار کر مردوں پر ڈال دیں اور کہا تم لوگ گھروں میں بیٹھو ہم جاکر امام مظلوم کو دفن کرتے ہیں اسوقت عورتوں کے غیرت دلانے سے مردان بنی اسد بیلچے ہاتھوں میں لئے مقتل شہدا میں آئے

اور یہودیوں کو علیحدہ کر کے قبریں کھودنے میں مصروف ہوئے ناگاہ کوفہ کی طرف سے گرد اٹھی اور ایک سوار نحیف و زار روتا خاک اڑاتا وا ابتاہ کی فریاد کرتا چلا آتا ہے۔ الخ (صفحہ ۵۹۵ تا صفحہ ۵۹۹)

یہ خلاصہ مضمون ہے بحور الغمہ کا جسکو ہم نے بحذف زوائد بقدر ضرورت درج کیا ہے اسکے بعد مؤلف نے تفصیل سے بحث کی ہے کہ امام زین العابدینؑ نے ہر شہید کو دفن کیا اور غالباً یہ وہی بیان ہے کامل بہائی کا جس کی تشریح کی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ نہ کامل بہائی کا یہ مقصد ہے نہ بحور الغمہ نے اسکو پسند کیا ہے اس عبارت کے نقل کرنے سے ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ مرقومۂ بالا مقالہ کو ایک دلیل قرار دیں بلکہ ہم اس کو پیش کر کے افسوس کرتے ہیں کہ ایسی غیر ذمہ دارانہ کتابیں بھی جب اس قسم کے ہفوات سے پاک ہیں تو پیام اسلام کا بیخوف ہوکر ان کے نشر و اشاعت پر تلا رہنا صد درجہ قابل نفرت ہے اور اس جریدہ کو مذہب کا ترجمان سمجھنا صحیح نہیں ہے امام زین العابدین علیہ السلام کے شریک دفن ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ جب بنی اسد دفن کے لئے آئے تو اس وقت شہیدوں کے جسموں پر سر نہ تھے ہر شہید کی شناخت کر کے اس کو مناسب مقامات پر دفن کرنا بجز امام کے کسی دوسرے کا شیوہ نہ تھا امام حسینؑ کے جسد پاش پاش کو نیست سے لاکر سپرد خاک کرنا علی اکبرؑ کو پہچان کر پائین پا جگہ دینا حبیب ابن مظاہر کو تمام انصار سے جدا قبر میں رکھنا حضرت عباسؑ کی نہر کے کنارے لحد بنانا قاسم بن حسنؑ اور اولاد علی و جعفر و عقیل جملہ انصار کو ایک جگہ زمین میں سونپ دینا کسی خصوصی اختیار کے تحت میں ہوسکتا ہے اور بنی اسد کے دل و دماغ میں ہرگز یہ نظم و نسق نہیں آسکتا تھا ماننا پڑتا ہے کہ وقت دفن شہید کربلا کے گھرانے کا کوئی ایسا نمائندہ موجود تھا جو شہیدوں کے جسموں پر سر نہ ہونے کے باوجود بھی پہچانتا تھا کہ علی اکبرؑ کا جسد نازنین کدھر ہے اور عباسؑ کی نعش کہاں ہے اور حبیب ابن مظاہر بوڑھا مجاہد کون ہے اور امام امام کا پیکر عصمت کس مقام پر ہے اس با اختیار ہستی کا عمل منشار قدرت کے بھی موافق تھا اور کربلا کی مقدس زمین پر صبح ازل سے تسبیح فاطمہ کے بکھرے ہوئے موتیوں کی جو جگہ مقرر تھی اسکو وہیں ودیعت کیا اور اس انتظام کے ساتھ خدمت انجام دی کہ انھیں نشانات پر حور و ملک جن و انس ارواح انبیاء و اوصیاء قیامت تک زائر زیارت کرتے رہیں گے اور یہ بزم صبح قیامت تک آراستہ رہے گی۔

مجتہدین شیعہ کا عقیدہ سلف سے آج تک مذہب امامیہ کے علماء کا مسلک یہی رہا کہ امام کے آخری خدمات کا متکفل امام ہی ہوتا ہے اس نظریہ کا عملی ثبوت یہ ہے کہ سلاطین اودھ میں شاہ نصیر الدین حیدر بہادر مرحوم نے جب ۲۱ رمضان کو اپنے دور حکومت میں تابوت اٹھایا تمام اہل شہر اور عمائد سلطنت جمع تھے عین وقت پر شاہ مرحوم نے حضرت سلطان العلماء رضوان مآب کو طلب کیا کہ وہ اس تابوت کی نماز جنازہ پڑھا دیں اور شبیہ مکمل ہو جاوے قبلہ و کعبہ تشریف لائے اور جب حکم شاہی ہوا تو یہ کہکر معذرت کی کہ امام کی نماز امام

ہی پڑھاتا ہے بیشک وہ نائب امام تھے اور امام نہ تھے جو اقدام فرماتے بادشاہ کا حکم کس خوبصورتی سے رد کیا اور حق وصدق کے جادہ سے قدم آگے بڑھنے نہ پائے۔

یہ مختصر علمی مقالہ ہم نے مدیر نور کی فرمائش سے سپرد قلم کیا ہے ورنہ مدیر ناچیز کا فرض تبلیغی اسی وقت ادا ہو گیا تھا جب اس نے عشرہ محرم میں اس وبا کے پھیلنے پر منبروں پر تحقیقی جوابات دے کر عزاداران امام کی تسلی کر دی تھی امید ہے کہ جو چیزیں ہماری قاصر نظر سے رہ گئی ہوں گی ان پر مزید تبصرہ ادیب اعظم فرمائیں گے۔

خاتمۂ تحریر اور نتیجۂ کلام

پیام اسلام لکھنؤ کی طرف سے ۸ ر دسمبر ۴۰؁ء کی اشاعت میں زیر بحث روایت کو شاذ اور اس کا کوئی مؤید نہ ہونے کے اعلان پر اب قلم اٹھانے کی ضرورت نہ تھی مگر اخبار مذکور کے صفحہ ۲، پر جو الفاظ العیاذ باللہ امام چہارم کی علمی نقص کا ثبوت دیتے ہیں اور جس سے امام زین العابدینؑ کی سخت ترین توہین ہوتی ہے انکو دیکھکر الواعظ نے قلم اٹھایا ہے اور مرقومۂ بالا تحریر سے یہ ثابت ہے کہ حضرت سید سجاد علیہ السلام نے ہی اپنے بابا کو دفن کیا اور شہدائے کربلا کی نعشوں کا بنی اسد کے تعاون سے دفن ہو جانا ان کے علم میں تھا اور وہ اس حقیقت سے واقف تھے مدینۂ رسول میں اہل حرم کے پہونچنے کے وقت جو تھے امام کے بارے میں پیام اسلام کی یہ بلجلی ،، ظاہر ہے کہ جسکو یہ حسرت ہو کہ ہم نے دفن نہیں کیا اُسکو یہ دیکھنے کا کتنا شوق ہوگا کہ دفن ہو چکے یا نہیں " (صفحہ ۲، کالم ۲ سطر ۹ محرم نمبر) سراسر غلط ہے اور تاریخ کامل بہائی کی پیش کردہ روایت خود اُن کے نزدیک تشنۂ تائید ہے وہ خود مولانا افضل حسین صاحب صدر الافاضل مقیم بہائی کے استفسار پر اس سے انکار کر چکے ہیں بکار ے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ۔ اور کامل بہائی کے مؤلف کا خود یہ نظریہ تھا کہ وہ جناب امیر المومنین کے تجہیز و تکفین کے حالات میں لکھتے ہیں :-

بعد از آنکہ رحلت فرمود امام حسن او را غسل کرد و نماز بروگزارد (کامل بہائی ص۳۴۶)

جب حضرت امیرؑ نے رحلت فرمائی تو امام حسنؑ نے غسل میت دیا اور نماز پڑھی

نیز امام حسنؑ کے حالات میں ہے ۔ " بوقت صبح بجوار رحمت ایزدی پیوست وچنانکہ می بایست حسینؑ از غسل و کفن او فارغ شد و بر سریر نہاد (ص۴۵۲ کامل بہائی)

امام حسنؑ نے صبح کے وقت رحلت فرمائی اور انکے بھائی و جانشین حضرت امام حسینؑ نے اُنکے غسل و کفن سے فارغ ہو کر انکو سریر پر رکھا "

جب کامل بہائی کے مؤلف نے امیر المومنین علیہ السلام کے آخری خدمات کو امام حسنؑ کے ہاتھ سے اور امام حسنؑ کے آخری خدمات کو امام حسینؑ کے ہاتھ سے انجام پاتا لکھدیا ہے تو اب ناممکن ہے کہ امام زین العابدینؑ اپنے بابا کے خدمات انجام نہ دیں ثابت ہوا کہ امام حسینؑ کو امام زین العابدینؑ کے سوا کسی نے دفن نہیں کیا ۔ [illegible]

بہائی مذہب پر نقد و تبصرہ

از جناب مولانا سید ظفر الحسن صاحب قبلہ مدرس مدرسہ جوادیہ بنارس

اے کبوتر نگراں باش کہ شاہین آمد　　در ہوا چند معلق زنی و جلوہ کنی

تمہید آجکل کے کچھ خود رو اور نوخیز مذاہب عوام کو اپنے دام تزویر میں لاکر دنیا حاصل کرنے کے لیے جو بھونڈے مذہبی طریقے اختیار کر رہے ہیں ان سے اچھے تو وہ دہریے ہیں جو مذہب سے بے تعلق ہو کر بہر صورت دنیا حاصل کرنے کی سعی میں رہتے ہیں، دنیائے انسانیت کے لیے کس قدر قابل تاسف ہے یہ امر کہ دین سازی کو ذریعہ تمول اور وسیلہ تحصیل زر قرار دیا جائے۔

باب ازل بہار چنانچہ تقریباً سو برس سے باب ازل اور بہار کے الفاظ سے ملقب ہستیوں کو خاص مذہبی تشخص دیا جا رہا ہے اور اس پردے میں طماع و حریص طبائع اپنی شکم پری کے ساتھ اسلام اور تشیع کی بیخکنی میں مصروف ہیں یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھم واللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرون لیکن یہ بھی ایک قدرتی انتظام ہے کہ ان الفاظ کے پیراہن کو جن نازیبا اجسام پر درست کرنے کی کوشش کی جاتی ہے وہ خود اپنے عہدوں سے اظہار بیزاری کر رہے ہیں چنانچہ اس سلسلے کے سب سے پہلے دعویدار میرزا علی محمد پسر میرزا رضا بزاز شیرازی ہیں، انھیں صاحب کو باب بھی کہا جاتا ہے ازلی اور بہائی کی بنیاد و اساس کی خشت اول یہی بزرگ ہیں یعنی علی الترتیب دونوں فرقوں کا دعویٰ یہ ہے کہ "باب" نے میرزا یحییٰ صبح ازل اور میرزا حسین علی بہار کی بشارت دی ہے یہ لوگ باب کو پیغمبر اور مبشر کہتے ہیں اور ان دونوں میرزا صاحبان کو کبھی پیغمبر اور کبھی خدا کہتے ہیں بہائی لوگ باب کو قائم آل محمد اور حسین علی کو مسیح موعود ثانی بھی کہتے ہیں، اس وقت ہمیں اس سے بحث نہیں کہ ان حضرات کے "اسمائے حسنیٰ" کیا کیا ہیں بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ ازلیوں اور بہائیوں کی حقیقت علی محمد باب کی بشریت پر موقوف ہے لہذا جب مبشر صاحب کا دعویٰ خود ان کی تحریروں سے باطل ہو جائے تو ازلیوں اور بہائیوں کے دعاوی خود بخود باطل ہو جائیں گے کیونکہ یہ شاخیں اسی اصل سے برآمد ہوئی ہیں۔

ہر سہ فرق میں اجمالی فرق ضمناً ان فرقہائے ثلاثہ کا فرق بھی مختصراً ظاہر کر دیا جائے تو اچھا ہوگا،

[illegible]

اور میرزا حسین علی بہاء کو نہیں مانا بلکہ ان دونوں کو دروغ گو اور مفتری قرار دیکر فقط سید باب کے معتقد بنے رہے لہٰذا ان کو بابی کہا گیا۔

مگر میرزا یحییٰ کا دعویٰ تھا کہ باب نے میرے ظہور کی خبر دی ہے (واضح رہے کہ میرزا یحییٰ ظہور باب سے پہلے حاجی کریم خاں مبلغ فرقہ شیخیہ کے تابعداروں میں تھے علی محمد باب سے پہلے حاجی کریم رکنیت اور بابیت کے مدعی بن چکے تھے مگر کچھ خاص اسباب کی بنا پر میرزا یحییٰ کا رُخ پہلے باب سے دوسرے باب کی طرف مڑ گیا) ایک مدت تک حسین علی صاحب بھی اپنے بھائی مرزا یحییٰ کے مطیع بلکہ مبلغ بنے رہے لیکن بعد میں اپنے بھائی کی تکذیب شروع کر دی اور خود مسند دین تراشی پر بالاستقلال متمکن ہو گئے اسکے بعد دونوں بھائیوں کے تابعداروں میں خوب خوب لڑائیاں ہوئیں میرزا یحییٰ کے تابعین ازلی کہے گئے اور حسین علی کے ماننے والے بہائی بنے۔ (اس لڑائی جھگڑے میں بہت سے رازہائے درون پردہ سامنے آئے اور ساجھے کی ہانڈی جو راستے پر اس طرح پھوٹی کہ سب بھرم کھل گیا۔

باب آپ اپنی تکذیب میں لیکن یہ سب مدعی سست گواہ چست کی ضرب المثل کے مطابق ہوا اور ہو رہا ہے کیونکہ سید باب کے دعوے متناقض ہیں بلکہ موصوف نے بعد میں ایسے صریحی اقرار کیے ہیں جس سے ان کی نیابت خاصہ۔ مہدویت۔ پیغمبری۔ اور الوہیت کے دعوے بالکل باطل ہو جاتے ہیں مثلاً وہ توبہ نامہ جسکو سید باب نے قلعۂ چہریق کے قیدخانہ سے مرحوم ناصر الدین شاہ قاجار کو انکی ولیعہدی اور قیام تبریز کے زمانے میں لکھا تھا جو مجلس شوریٰ کے دفتر میں ابتک بعینہٖ محفوظ ہے اور جس کا عکس پروفیسر ایڈورڈ براؤن نے مع جواب علماء اعلام اپنی کتاب "ریلیجن آف بہائی" میں شائع کیا ہے (اگر کوئی صاحب اپنے قائم آل محمد کی عکسی تحریر کی زیارت کے متمنی ہوں تو جامع جوادیہ بنارس میں آکر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

متن توبہ نامہ

باب کا توبہ نامہ فداک روحی الحمد للّٰہ کما ھو اھلہ و مستحقہ کہ ظہورات فضل و رحمت خود را در حال بر کافہ عباد خود شامل گردانیدہ بحمد اللّٰہ ثم حمداً لہ کہ مثل آنحضرت را ینبوع رافت و رحمت خود فرمودہ کہ بظہور عطوفتش عفو از بندگان و تستر بر مجرمان و ترحم بر باغیان فرمودہ اشہد اللّٰہ من عندہ کہ این بندۂ ضعیف را قصد سے نیست کہ خلاف رضائے خدا وند عالم و اہل ولایت او باشد اگرچہ بنفسہ وجودم ذنب صرف است و لے قلبم موقن بتوحید خدا وند جل ذکرہ و نبوت رسول او و ولایت اہل ولایت او است و لسانم مقر بر کل ما نزل من عند اللّٰہ است امید رحمت او را دارم و مطلقاً خلاف رضائے حق

را نخواستہ ام و اگر کلماتے کہ خلاف رضاء او بودہ از قلم جاری شدہ غرضم عصیان نبودہ و در ہر حال مستغفرم تائبم حضرت او را و ایں بندہ را مطلق علمے نیست کہ منوط با دعائے باشد استغفر اللہ ربی واتوب الیہ من ان ینسب الی امر و بعضے مناجات و کلمات کہ از لسان جاری شدہ دلیلش بر ہیچ امرے نیست و مدعی نیابت خاصہ حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام را محض ادعائے مبطل و ایں بندہ را چنیں ادعائے نبودہ و نہ ادعائے دیگر مستدعی از الطاف حضرت شاہنشاہی و آنحضرت چناں است کہ ایں دعا گو را بالطاف و عنایات بساط رافت و رحمت خود سرافراز فرمایند والسلام۔ نور دانش ص۲۴

جواب علمائے اعلام

سید محمد علی شیرازی۔ شما در بزم ہمایوں و محفل میموں در حضور نواب اشرف والا ولیعہد دولت بے زوال ایداللہ و سددہ و نصرہ و حضور جمعے از علمائے اعلام اقرار بمطالب چندے کردی کہ ہر یک جداگانہ باعث ارتداد شما است و موجب قتل تو بہ مرتد فطری مقبول نیست و چیزیکہ موجب تاخیر قتل شما شدہ است شبہہ خبط دماغ ہست کہ اگر آں شبہہ رفع شود احکام مرتد فطری بشما جاری میشود علی اصغر الحسنی الحسینی

(نور دانش ص۲۴)

حررہ خادم الشریعۃ المطہرۃ ابو القاسم الحسینی

ممکن ہے کہ کوئی کہدے کہ یہ تو تم نے قید اور مجبوری کے زمانے کا اقرار پیش کیا ہے جان کا خطرہ تھا اسلئے یہ توبہ نامہ لکھکر ولیعہد بہادر کے پاس بھیجدیا تو والاتو ایسے اعذار "مہدی موعود" کے لئے نہیں پیش کئے جا سکتے تاہم ہم سید باب کے ان اقرارات کو پیش کریں گے جو بحالت آزادی و اختیار اور ثبات ہوش و حواس سید یحییٰ کے لئے تفسیر سورہ کوثر میں تحریر کیے ہیں۔

باب کی تفسیر سورہ کوثر بہائیوں نے اس تفسیر کو باب کا بہت بڑا معجزہ قرار دیکر عوام کو اس کے مفاد سے غافل بنا دیا ہے باب نے اس تفسیر میں خاتمیت سرور عالم کا اقرار کیا ہے پھر بصراحت دوازدہ امام کا اقرار کیا ہے پھر نہایت واضح طور پر بارہویں امام کے تولد۔ غیبت صغری۔ غیبت کبری علائم ظہور کا اقرار و اظہار کرتے ہوئے قرآن سے نیز ہر امام کے قول سے غیبت کا ثبوت مہیا کیا ہے اور یہ بھی بالکل صاف صاف لکھدیا ہے کہ جو کوئی وحی۔ قرآن اور احکام

شیعہ اصول دین کا اقرار کی نسبت میری جانب دیگا وہ کافر ہے۔ ارباب جستجو کے مزید اطمینان کے لئے ہم اس کے چند فقروں کو یہاں پر تحریر کرتے ہیں۔

(الف) **مجھے قرآن و وحی کا مدعی کہنے والا کافر ہے**۔ ولقد کفر الذین قالوا ان اسم ربک ...

یعنی یقینا وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ میں قرآن وحی کا مدعی ہوں۔

(ب) مجھے نائب خاص کہنے والے کافر ہیں

ولقد کفر الذین قالوا ان اسم ربک قال نبی باب بقیۃ اللہ من قبل من حیث لا یعلمون

یعنی یقینا وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ میں نے کہا ہے کہ باب نائب خاص حضرت حجۃ میں ہوں الخ

(ج) دین میں کمی اور زیادتی کرنیوالا کافر ہے

واشھد ان الذی ادعی بریوبیتک او ولایتک او ادعی القرآن او الوحی بمثل ما حرمت للناس او ینقص شیئا من دینک او یزید فقد کفروا انا بریٔ منہ الخ

یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ جس نے تیری ربوبیت یا تیری ولایت وامامت کا دعویٰ کیا یا قرآن ووحی کے لئے اس قسم کا ادعا کیا جس کو تو نے حرام کیا ہے یا تیرے دین میں کچھ کمی زیادتی کرتا ہے تو ایسا شخص یقینا کافر ہوگیا اور میں اس سے بیزار ہوں۔

تصریح باب در باب امام زمانہ

(د) منکر امام زمانہ کا قول درجہ اعتبار سے ساقط ہے

اسی سورہ میں لکھتے ہیں کہ فلا شک فی وجود الامام الغائب القائم المستور سلام اللہ علیہ لانہ لولم یکن لم یکن ما سواہ وان امرہ ظاہر بمثل ھذا الشمس فی وسط الزوال فان المنکرین من المسلمین ساقطون اقوالھم عن درجۃ (الاعتبار) لان الشک فی وجودہ علیہ السلام یلزم انکارہ قدرۃ القھار

یعنی وجود امام غائب (اور) قائم مستتر کے باب میں کوئی شک وشبہ نہیں اس لئے کہ اگر وہ نہ ہوتے تو کوئی بھی نہ ہوتا اور ان کا امر تو دوپہر کے آفتاب کی طرح روشن ہے یقینا مسلمانوں میں سے جو لوگ ان کے منکر ہیں ان کے اقوال باطل اور پایہ اعتبار سے ساقط ہیں اسلئے کہ حضرت کے وجود میں شک کرنا خدائے قہار کی قدرت سے انکار ہے۔

باب کی اس آخری عبارت (د) کی روشنی میں سیادت انتساب سید ابو العباس صاحب جارچوی (مصنف ظہور قائم آل محمد) مجھے مندرجہ ذیل امور کا جواب مرحمت فرمائیں۔

(۱) حسب تحریر باب امام غائب اور قائم آل محمد کوئی ادر ہے جنکے وجود کی بدولت یہ دنیا موجود ہو حالانکہ آپنے اپنی کتاب "ظہور قائم آل محمد" کے صفحہ اول پر خود شیراز کے نوجوان یعنی علی محمد باب کو قائم آل محمد

قرار دیا ہے۔

(۲) آپ کے قائم آل محمد یعنی علی محمد باب کو آنجہانی ہوئے ایک عرصہ گذر گیا حالانکہ یہ دنیا ابھی موجود ہے کیا باب صاحب کے فقرہ لانه ولم یکن ما سواہ اگر قائم آل محمد نہ ہوں گے تو کوئی نہ ہوگا، کی آپ رد فرمائیں گے۔

(۳) حسب تحریر باب یا تو یہ کہئے کہ علی محمد صاحب نے دعویٰ مہدویت نہیں کیا یا کہئے کہ دعویٰ کیا مگر انکی تحریر کے مطابق خود ان کا قول پایۂ اعتبار سے ساقط ہے۔

(۴) کیا جب تصریح باب در فان المنکرین من المسلمین ساقطون اقوالهم عن درجة الاعتبار آپ کی کتاب کو بھی پایۂ اعتبار سے ساقط قرار دیا جائے اسلئے کہ اب آپ منکرین وجود قائم میں شامل ہو گئے اسلئے کہ جسکو آپنے قائم مانا تھا وہ خود انکاری ہو کر آنجہانی بھی ہو چکا واذ تبرا الذین الخ

(۵) کیا حسب تصریح باب در کان الشك فی وجوده علیه السلام یلزم انکار قدرة القهار جناب قدرت خدا کے منکر ہیں اور کیا ایسا شخص موحد بھی رہ سکتا ہے؟ قدرت خدا کا تمسخر آپ نے اپنی کتاب ظہور قائم آل محمد میں کئی مقام پر کیا ہے کہیں حضرت حجۃ کی غیر معمولی نشوونما پر کہیں بالکل بچپنے میں حامل بار امامت ہونے پر، حالانکہ بچپنے میں منصب الٰہی پر فائز ہونا انھیں کے لئے مخصوص نہیں اور معصومین کے لئے بھی ہو چکا ہے جسکو شاید آپ بھی تسلیم کریں امام نہم کا سن امام ہشتم کی رحلت کے وقت صرف سات برس کا تھا (بحار) اور جناب یحییٰ کا سن ظاہری نبوت پانے کے وقت صرف تین برس کا تھا (بحار و تفسیر ابن مسعود)

(۶) کیا حسب تصریح عبارت (ج) دین میں کمی اور زیادتی کرنے والا قرآن و وحی کا ادعا کرنے والا اور ولایت و امامت کا مدعی کافر نہیں ہے؟ اس روشنی میں آپ اپنے قرآن اور معتقدات کے متعلق کیا فرمائیں گے۔

(۷) کیا حسب تصریح (ب) علی محمد باب کو باب و نائب خاص حضرت حجۃ سمجھنا کفر نہیں چہ جائیکہ انکو خود حضرت حجۃ سمجھنا۔

فہمیدہ بہائیوں سے گذارش

آخر میں جناب اصغر جہاں صاحب مقیم بنارس (مبلغ جماعت بہائیان) سے بالخصوص اور دیگر فہمیدہ بہائی حضرات سے بالعموم گذارش ہے کہ خدا کے لئے چند روزہ راحت و آرام کے لیے اپنی ابدی مسرتوں کو قربان نہ کیجئے اگر دیانتاً اصول دین و فروع دین میں آپ حضرات کو کہیں پر کچھ شک ہو تو مجھ سے ملاقات کرکے یا بذریعہ تحریر اس کے متعلق اطمینان

حاصل کر لیجئے اگر میں یا ہمارے علماء کرام آپ کو مطمئن نہ کر سکیں تو آپ کو ہر طرح کا اختیار ہے یہ ضرور ہے کہ بہائی حضرات کی طرح سے ہمارے پاس کوئی منظم مشن نہیں اور نہ ہم اس قابل ہیں کہ لوگوں میں روپیہ تقسیم کر کے انکو اپنا بنا سکیں تاہم جب کسی جماعت کی زیادتیوں کی وجہ سے پانی سر سے اونچا ہو جاتا ہے تو مذہبی درد رکھنے والے افراد میں سے کوئی شخص (زیادہ تر انفرادی طور پر) دفاع کے لئے تیار ہو جاتا ہے جس طرح فتنہ کسروی کے لئے آقائے سراج انصاری ایرانی۔

عبرت کیلئے کسروی کی تازہ مثال

غالباً آپ حضرات کو بھی علم ہوگا کہ سرزمین ایران میں جہاں ماشاءاللہ ہر زمانہ میں نبی و امام پیدا ہوتے رہتے ہیں ۱۳۱۱ھ سے سال گذشتہ تک احمد کسروی تبریزی نے کیا کیا ہنگامے نہیں کئے پہلے خود نمائی چاہی ناکام رہنے پر جماعت بہائیان کا داعی بنا لیکن چونکہ اس کا بلند حوصلہ اطاعت مطلقہ کا خواستگار تھا لہذا بہائیوں سے جدا ہو کر ایک نیا مذہب بنام "پاکدینی" ایجاد کیا اور اپنے کو اس مذہب کا برانگیختہ نبی قرار دیا۔ بہت سے تابع پیدا ہو گئے اپنا ماہنامہ پیمان اور اخبار پرچم جاری کر دیا۔ مختلف مقامات پر کشت و خون کا بازار گرم ہوا آخر دعوائے نبوت وغیرہ کی پاداش میں کاخ دادگستری فضا سے آنجہانی بنا کے آتش فتنہ کو ایک حد تک بجھا دیا۔

ملاحظہ ہو سالنامہ نور دانش مطبوعہ طہران ۲۶ھ غرض حقیقی اس واقعہ کے بیان کرنے کی یہ ہے کہ اتباع کل ناعق بنجانا ماہر آواز پر لبیک کہہ بیٹھنا طریق عقلاً سے خارج ہے تحقیق مذہب کوئی بری چیز نہیں ہے مگر "ظہور قائم آل محمد" جیسی غیر محققانہ تالیف سے کوئی مفید نتیجہ نہیں نکلتا بلکہ نظر باخبر میں ایسے پر فریب رسالے خود مؤلف کو بے وقعت اور تالیف کو بے حقیقت بنا دیتے ہیں کتاب مذکور کا مکمل جواب تیار ہے اطمینان نفس کے لئے ہر شخص جامعہ جوادیہ میں آکر اس کا مطالعہ کر سکتا ہے اور اگر ضرورت ہوئی تو اس کو چھپوا کر شائع بھی کر دیا جائے گا۔

ورنہ ارباب انصاف کے لئے خود علی محمد باب کا اقرار واضح درباب وجود حضرت حجت بہائیوں کی رد کے لئے کافی ہے اور یہی راز ہے کہ بہائی حضرات ہر طرح کی کتابیں شائع کرتے ہیں مگر باب کے الواح و کتب کو نہیں شائع کرتے۔

کیونکہ ان کی اشاعت سے بہائی مذہب از خود باطل ہو جائے گا جیسا کہ تفسیر سورۂ کوثر مولفۂ علی محمد باب سے ہم نے اپکے کچھ ثبوت بھی پیش کر دیے ہیں

وما علینا الا البلاغ

انسانِ کامل

از عالیجناب سید افتخار احمد صاحب ہلوری متعلم شیعہ کالج لکھنؤ

دنیا نے انسان کامل کا تعارف مختلف عنوان سے کیا ہے۔ کوئی حلم اور بردباری کو کمال انسانیت سمجھتا ہے، کوئی علم و عمل کو انسان کامل کی صفت قرار دیتا ہے۔ کسی نے شجاعت کو کسی نے عدالت کو غرض، مگر ہر کس بقدر ہمت اوست، کے مطابق مختلف معیار مختلف کسوٹیاں انسان کامل کو پرکھنے کے لئے قائم کیں لیکن اگر انھیں اصول کے ماتحت یہ سب خوبیاں ایک انسان میں نظر آجائیں اور کوئی تعریف وضع نہ کی جائے تو بھی حضرت علی علیہ السلام ان ساری خوبیوں کے مرکز، ان ملکوتی صفات کے منبع ہونے کے باعث انسان کامل قرار پاتے ہیں اور میرا تو یہ دعویٰ ہے کہ مادر گیتی ایسا انسان پھر نہ پیدا کر سکی اور اب جبکہ مادیت کا دور فضائے عالم پر چھا یا ہے روحانیت کی سانس اکھڑ رہی ہے تو بھلا کیا امید کہ آئندہ ان کا مثل پیدا کر سکے۔

حضرت علی عرب کی اس فضا میں پیدا ہوئے جہاں جغرافیائی اثر سے ہر متنفس میں سخت مزاجی و سختی فطرتاً موجود تھی، بات بات میں تلوار کا اٹھ جانا عام تھا۔ ادبی ذوق کچھ محدود حلقہ ہی میں تھا باقی حصہ میں جہالت کا دور دورہ تھا غیر اللہ کو معبود قرار دیا جاتا تھا اسی فضا میں رسول اسلام تشریف لائے اپنے اخلاق کا سکہ بٹھایا۔ راست بازی، ہمدردی کا سبق دیا اور اسی مصلح اعظم کی آغوش کے پروردہ علیؑ بھی تھے یہ کلیہ ہے کہ انسان جب طفولیت کی منزل میں ہوتا ہے تو اسکی سادہ لوحی پر اسکے گرد و پیش کے ماحول کافی اثر انداز ہوتے ہیں۔ وہ اپنے بزرگوں کی نقل و حرکت بڑے غور سے دیکھتا ہے اس کے اعضا و جوارح بھی رفتہ رفتہ اسی طرح سے کام کرنے لگتے ہیں چنانچہ جب علیؑ نے آنکھ کھول کے دیکھا تو بزرگوں کے اوصاف ان پر اپنا اثر ڈالنے لگے اور رفتہ رفتہ ان اوصاف کے نقوش اسقدر گہرے ہوتے گئے کہ تعلیم دینے والے کو ایک وقت انکی ضرورت پڑی یہی وجہ تھی کہ جب تک علیؑ جوان نہ ہوئے پیغمبر اسلام نے نبوت کا اعلان نہ کیا اور جب سارا بار خود ان پر آیا تو علم و ہنر، کسب معاش، شجاعت، عدالت رحم و انصاف، سچائی، ایثار و ہمدردی سب کو مکمل کر دیا۔ آج عرب کو جس ادب پر ناز ہے اسکی صرف و نحو کی بنیاد ڈالنے والے علی ہی تھے انھوں نے عملی حیثیت سے یہ بتا دیا کہ کسب حلال کے لئے [illegible] کی تخصیص [illegible] انسان کی حیثیت اور ذاتی قابلیت کو نقصان

نہیں ہوسکتا۔ فن جنگ کے متعلق آپ نے جو تعلیمات اپنے نور نظر محمد حنفیہ کو دی اس کے پڑھنے سے آپ کی شجاعت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ علیؑ کی بہادری کی مثالوں سے تو تاریخ عرب بھری پڑی ہے میں یہاں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ اس وقت جب عمر بن عبدود کی ہیبت ناک مبارز طلبی سے مجلس رسولؐ میں ایک سناٹا چھایا ہوا تھا، پیغمبر اسلام باربار ہر صحابی سے مقابلہ کے لئے کہتے اور ہر شخص اپنی نگاہیں نیچی کر کے کم حوصلگی کا ثبوت دے رہا تھا۔ اس وقت علیؑ کی رگوں میں ہاشمی خون جوش زن ہوا غیرت مردانہ کو جلال آگیا۔ اپنی جگہ سے اُٹھے اور عرض کی اے بانی اسلام! عمر بن عبدود کی لاف زنی اب نہیں سُنی جاتی اجازت دیجئے کہ میں بھی ترکی بہ ترکی اس کا جواب دوں۔ پیغمبر اسلام نے علیؑ کو بغور دیکھکر کہا "یہ عمر بن عبدود ہے" شجاعت کے دھنی نے فوراً جواب دیا "تو کیا ہوا میں بھی علیؑ ہوں"

امانت داری کا اتنا خیال کہ بزمانہ خلافت بیت المال کو کبھی اپنے ذاتی مفاد میں صرف نہ کیا اُسے ہمیشہ عوام الناس کا مال سمجھتے رہے۔ ایک بار آپ کے بھائی حضرت عقیل تشریف لائے اور اپنی عسرت کا تذکرہ کر کے فاضل اعانت کے طالب ہوئے حضرت نے صاف انکار کر دیا۔ عقیل جب بہت مصر ہوئے تو انکی اُنگلی دفعتاً آگ سے جلادی حضرت عقیل بے چین ہو گئے تو آپنے فرمایا تم معمولی سی آگ سے جل جانے پر اس قدر بے چین ہو گئے کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا بھائی بے انصافی کر کے جہنم کی آگ کا مزا چکھے؟ یاد رکھو جس کا جو حق ہے علیؑ نہ اس سے ایک حبہ زیادہ نہ ایک حبہ کم دے گا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ حضرت علیؑ سیاست سے بالکل بے بہرہ تھے اور اس کے ثبوت میں یہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے دور خلافت میں اسلامی ممالک میں کسی نمایاں جزو کا اضافہ نہ کیا۔ اہل اسلام کی ترقی آگے نہ بڑھ سکی مگر ایسا خیال کرنے والوں کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ پیغمبر اسلام دنیا میں کسی سلطنت کی بنیاد رکھنے نہیں آئے تھے اور نہ ان کا یہ مقصد تھا کہ مخلوق خدا کے مال و اسباب کو لوٹ کر اور خون کی ندیاں بہا کر حکومت قائم کریں۔ دینی پیشواؤں کو ملکی فتوحات اور قتل و غارت کے واقعات سے کیا تعلق ہے کیا رسول صلعم نے کبھی کسی شخص کو اس وجہ سے قتل کیا کہ وہ اسلام کیوں قبول نہیں کرتا ہے خدا کی وحدانیت کا قائل کیوں نہیں ہوتا اور ان کو پیغمبر کیوں نہیں مانتا ہے رسولؐ کا تو محض یہ کام تھا کہ لوگوں کے اخلاق درست کریں۔ کتاب و حکمت کی تعلیم دیں۔ ان کو دولت و سلطنت سے کیا واسطہ ہے حضرت علیؑ بھی اسی سیاست کو مدنظر رکھکر کار امامت انجام دے رہے تھے انکی سیاست مطابق فرمان رسولؐ تھی اور اس لئے انھیں بھی اسی جماعت میں شمار کرنا چاہیئے جس میں پیشوایان دین گذرے ہیں نہ کہ اس فہرست میں جس میں دنیا کے سلاطین گنے جاتے ہیں۔

امور دینی میں اسلامی گروہ کا کوئی فرد علیؓ کی مسئلہ دانی اور عدالت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر خود جو خلیفۂ رسول کہلاتے ہیں بدیں الفاظ قاضی فتوٰی ہونے کا اقرار کرتے ہیں لولا علی لہلک عمر، (اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوتا) اور کامل ابن اثیر حصہ دوم میں حضرت عمر کا قول اس طرح درج ہے کہ وقت وفات انھوں نے اقرار کیا کہ عثمان ضعیف الرائے ہیں اور علی تیز ذہن اور بہترین ہادی۔ حضرت علی کی مسئلہ دانی کے ثبوت میں چند نمونے پیش ناظرین ہیں مثلاً

(۱) ایک عورت کسی متوفی کی دادی حضرت ابو بکر کے پاس آئی اور سوال کیا کہ متوفی کی جائداد متروکہ میں میرا کیا حق ہے کیونکہ میں متوفی کی دادی ہوں؟ آپ نے جواب دیا کہ میرے خیال میں تیرا حق قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے پھر بھی میں کسی مسئلہ داں اور فقیہ سے دریافت کر کے بتاؤں گا۔

(۲) حضرت عمر نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک مجنونہ کے سنگسار کرنے کا حکم دیا حضرت علیؓ نے فرمایا مجنونہ اور نابالغ اور سوتے پر شرعاً تعزیر جائز نہیں (ازالۃ الخفا)

(۳) ایک مرتبہ حضرت عمر نے کسی کو زنا کرتے دیکھا حضرت علیؓ سے پوچھا کہ "خلیفہ اپنے چشم دید واقعہ پر حکم سزا صادر کر سکتا ہے؟" آپ نے فرمایا "جب تک چار گواہ شہادت نہ دیں خلیفہ اپنی رائے پر سزا نہیں دے سکتا۔"

یہی تو باعث ہے کہ اسلام تو اسلام مغربی مدبرین بھی اس فخر انسانیت پر عقیدت کے پھول نثار کرتے ہیں۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ

از عالیجناب ملا عبد الحسین صاحب اکمل منشی کامل شاجاپوری صدر مدرس سیفیہ بھوپال

حضرت زید رسول اکرم کے خاص صحابی اور امیر المومنین اور حسنینؑ کے زمانہ کا بھی ادراک کیا تھا سب سے پہلے ہم آپ کا نسب نامہ درج کرتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کی حالات زندگی قلم بند کریں گے۔

زید بن ارقم بن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اعز بن ثعلبہ ابن کعب خزرج بن ثعلبہ انصاری،

حضرت زید کو نصرت رسول کا شرف حاصل تھا، آپ کے والد نے اس وقت انتقال کیا جب آپ کی عمر بہت کم تھی، اس لئے آپ کی پرورش حضرت عبد اللہ بن رواحہ نے کی جو ایک جلیل القدر صحابی تھے اور رشتہ میں حضرت زید کے چچا ہوتے تھے۔

حضرت زید اپنے چچا اور مربی حضرت عبداللہ کے ساتھ بیعت عقبہ کے روز دولت ایمان سے مالا مال ہوئے جنگ احد کے زمانہ میں چونکہ حضرت زید کی عمر کم تھی اس لئے رسول اللہ صلعم نے آپ کو شرکت جنگ سے منع فرمایا، اس کے بعد خندق کی لڑائی میں شریک ہوئے اور پھر ہمیشہ ہر جنگ میں شرکت کرتے رہے یعنی آپنے ۱۷ غزوات میں اپنی شجاعت کے جوہر دکھلائے۔

غزوہ موتہ کا واقعہ عجیب و غریب ہے۔ آپ اپنے مربی وخیر خواہ حضرت عبداللہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے، حضرت عبداللہ نے چند اشعار ایسے پڑھے جن میں شوق شہادت ظاہر کیا گیا ان اشعار کو سنکر حضرت زید رو پڑے آنکھوں سے اشک جاری ہوگئے حضرت عبداللہ نے یہ حالت دیکھی تو درہ اٹھا کر دھمکایا کہ "اس میں تمہارا کیا حرج ہے" میں شہادت کا خواہشمند ہوں تمہارے لئے تو کچھ نہیں کہتا:

حضرت زید کئی کنیتوں سے مشہور تھے، ابو عمر، ابو عامر، ابو سعد، ابو سعید، اور ابو انیسہ، رسول اللہ صلعم کی صدہا حدیثیں آپ کو یاد تھیں، آپ جہاں تشریف لے جاتے لوگ آپکے پاس حاضر ہوتے، احادیث نبوی سننے کا اشتیاق ظاہر کرتے تھے۔

عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ کہتے ہیں کہ جب کبھی ہم حضرت زید سے حدیث کی درخواست کرتے تھے تو آپ جواب میں فرماتے کہ "میں ضعیف ہوگیا ہوں حدیثیں بخوبی یاد نہیں ہیں، حدیث رسول بیان کرنا اہم کام ہے"

آپ کا ذریعہ معاش تجارت تھا، جسے آپ نہایت دیانتداری کے ساتھ انجام دیتے تھے ایک مرتبہ زید کو آشوب چشم کی شکایت ہوئی، خود رسول اکرم صلعم بنفس نفیس آپ کی عیادت کو تشریف لائے، اس کے بعد حضور انور کی دعا سے حضرت زید شفایاب ہوگئے تو رسول اللہ نے دریافت کیا کہ اے زید اگر تمہارا مرض اچھا نہ ہوتا اور درد باقی رہتا تو کیا کرتے آپنے عرض کیا یا رسول اللہ! صبر وضبط سے کام لیتا، رسول اللہ نے ارشاد فرمایا کہ اگر ایسی مصیبت پر صبر کرتے تو خدا کے حضور بے گناہ جاتے۔

حضرت زید میں یہ ایک خصوصیت تھی کہ ہر شخص کو اس کی مصیبت میں مدد دیتے اور اس کی غمخواری کرتے تھے، اپنے معاصرین کے ساتھ خندہ پیشانی پیش آتے اور رشک و حسد سے بالکل مبرا تھے، آپ راستباز تھے، اسلام کے شیدائی اور رسول اللہ کے سچے دوست تھے اسکے ثبوت میں متعدد تاریخی شواہد موجود ہیں لیکن یہاں ہم صرف ایک کا ذکر کرتے ہیں۔

حضرت زید خود راوی ہیں کہ ایک لڑائی میں مسلمانوں پر نہایت عسرت کا زمانہ پیش آیا میں اپنے چچا اور مربی حضرت عبداللہ کے ساتھ اس جنگ میں شریک تھا عبداللہ بن ابی جو منافقین کا سردار تھا اس نے

اپنی جماعت سے کہا کہ یہ موقعہ بہت اچھا ہے، مہاجرین کو کسی قسم کی مدد نہ دی جائے یہ لوگ تنگ ہو کر از خود مدینہ سے چلے جائیں گے حضرت زید کو اس کارروائی کی اطلاع ہوئی تو فوراً دربار رسالت میں حاضر ہو کر جو کچھ سنا تھا من وعن عرض کر دیا، حضور انور نے حضرت زید اور منافق مذکور کو طلب کیا منافق مذکور اپنی جماعت لیکر حاضر ہوا اور قسم کھا کر کہنے لگا کہ زید جھوٹ بولتے ہیں یہ سنکر تمام انصار نے حضرت زید کو ملامت کی کہ ناحق رسول اللہ کو ناراض کیا، حضرت زید کے چچا عبداللہ نے بھی انصار کی ہمنوائی کی، زید کو بہت افسوس ہوا خاموش گھر چلے گئے اور اس رنج کی حالت میں سو گئے سو کر اٹھے تو دربار رسالت سے طلبی ہوئی آپ خدمت نبوی میں حاضر ہوئے۔

رسول اللہ نے آپ کو دیکھکر ارشاد فرمایا، اے زید تم اپنے قول میں صادق ہو۔ خود خدائے علیم نے تمہاری تصدیق فرمائی ہے ابھی وحی نازل ہوئی ہے سنو اذا جاءك المنفقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنفقين لكذبون ط جب تمہارے پاس آتے ہیں منافق تو کہتے ہیں کہ ہم لوگ گواہی دیتے ہیں بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں اللہ تو جانتا ہی ہے کہ بیشک تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ واقعی یہ منافق جھوٹے ہیں۔

اے زید تم نے عبداللہ بن ابی کے بارہ میں جو خبر دی تھی وہ بالکل صحیح ہے۔ حضرت زید کو امیرالمومنین اور اہلبیتؑ رسولؐ کے ساتھ جو اخلاص و محبت تھی وہ حسب ذیل واقعات سے ثابت ہوتی ہے کہا جاتا ہے حضرت زید کو مشکل کشائے عالم سے محبت تھی اور حضرت زید نے آپ سے تحصیل علم کیا تھا اور احادیث نبوی سنی تھیں، جب امیرالمومنین مدینہ سے ہجرت کر کے کوفہ تشریف لے گئے تو حضرت زید بھی کوفہ چلے گئے اور محلہ کندہ میں سکونت اختیار کی، صفین کی لڑائی میں حضرت زید نے دادِ مردانگی دی اور دشمنوں کو قتل کیا، امیرالمومنین کی شہادت کے بعد ایک روز مغیرہ بن شعبہ نے امیرالمومنین کی شان میں گستاخی کی آپ نے کہا کہ تو ان کی شان میں گستاخی کرتا ہے درآنحالیکہ آپ انتقال فرما چکے ہیں، پھر تو کیوں بدزبانی کرتا ہے۔

"مومن کو فخر" کے بارے میں جو حدیثیں رسول اللہ سے وارد ہیں، حضرت زید ان کو برملا بیان کیا کرتے تھے، کتب رجال سے واضح ہوتا ہے کہ حدیث غدیر کی گواہی میں زید بن ارقم نے انتخاب خلافت کے موقع پر عذر کیا تھا اور چونکہ یہی ان کی صحابیت کا معیار تھا اس لیا؟ ارباب نقد و تبصرہ نے اُن کی ذہنیت پر افسوس کیا ہے بحارالانوار میں خود ان کا بیان ہے كنت انا ممن كتم شهادة من كنت مولاه فعلى مولاه فذهب الله بصرى میں ان لوگوں میں تھا جنھوں نے پیغمبر کی حدیث جس کا

میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں" کا انکار کیا تھا اور اس کتمان حق کی سزا میں خدا نے میری بینائی چھین لی۔ (رجال مامقانی)

زید ابن ارقم کو اپنی اس بیوفائی پر خود بھی افسوس تھا وکان یندم علی ما فاتہ ویستغفر اللہ وہ اپنی تعزیت پر نادم تھے اور استغفار کرتے تھے۔ لیکن یہ داغ ان کے دامن پر رہ گیا اور اگر وہ نابینا نہ ہوتے تو امام حسین علیہ السلام کی نصرت نہ کرنے کا جرم بھی ان پر دیگر صحابہ رسول کی طرح عائد ہوتا اگر انھوں پر جہاد ساقط ہے خاندان رسالت میں جو گستاخی ان سے سرزد ہوئی تھی اسی کی تلافی ابن زیاد کے سامنے کی

جب خولی بن یزید نے، سید الشہداء مولانا حسین علیہ السلام کا سر اقدس ایک طشت میں رکھکر عبید اللہ بن زیاد کے سامنے پیش کیا تو اسکے دربار میں اس وقت بہت سے لوگ موجود تھے از انجملہ حضرت زید ابن ارقم بھی موجود تھے عبید اللہ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی جس سے وہ مولانا حسینؑ کے لب و دندان کے ساتھ بے ادبی کرنے لگا یہ دیکھکر حضرت زید کو بہت غصہ آیا اور آپ نے چلا کر کہا کہ اے ابن مرجانہ خبردار اپنی چھڑی حسینؑ کے ہونٹوں اور دانتوں پر نہ مار، ایسی دیدہ دلیری ایسی بیہودہ بے ادبی سے باز آ، خدائے کعبہ کی قسم میں ٹھیک تعداد تو نہیں بتلا سکتا مگر بار ہا میں نے اپنی آنکھوں سے رسول اللہ کو ان ہونٹوں کا بوسہ لیتے ہوئے دیکھا ہے یہ کہکر حضرتؓ زید زار و قطار رونا شروع کیا، آپ کے ساتھ حاضرین مجلس نے بھی رونا شروع کیا، ابن زیاد بہت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ اے زید اگر تم بوڑھے اور لاچار نہ ہوتے تو میں تمہیں قتل کر دیتا، زید یہ سن کر مجلس سے اٹھے اور اہل مجلس سے خطاب کر کے کہا کہ اے لوگو! حق سبحانہ تعالیٰ تم سے ہرگز خوش نہ ہوگا کہ تم نے فاطمہؑ زہرا کے لخت دل کو شہید کر ڈالا اور ابن مرجانہ کو اپنا امیر بنایا یہ کہکر حضرت زید دار الامارہ سے باہر نکل آئے۔

ایک روایت کے بموجب آپ نے ۶۶ھ میں داعی اجل کو لبیک کہا اور دوسری روایت کے مطابق ۶۸ھ میں وفات پائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، راویوں نے حدیث غدیر کو دس طریقوں سے ان سے روایت کیا ہے اور یہ ترجمانی نابینا ہونے کے بعد ہوئی۔

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

حقیقی مومنین کی تعریف

مابدولت جناب سید حسین علی شاہ صاحب خلیفہ باب دکن زید مجدہٗ

یوں تو اہل اسلام کے دستور العمل قرآن میں عنوان بالا کے متعلق بہت سی آیتیں ہیں کہ اگر مسلمان ان پر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو فلاح دارین ہمیشہ ان کی جلو میں رہ سکتی ہے۔ مگر افسوس کہ اکثر لوگ یا تو لفظ مومن کی کنہہ یا حقیقت کو سمجھے نہیں یا اگر سمجھے ہیں تو ان صفات حسنہ سے جو انسان کو باسانی مومن بنا سکتی ہیں ان کے حاصل کرنے میں چنداں کوشش نہیں کی۔ خیر یہ تو ہر شخص کا اپنا حصہ ہے لے لے نہ لے نہ لے کیونکہ خدائے پاک نے انسان کو ایک حد تک فاعل مختار کر کے اُسے اچھی طرح سے آگاہ و متنبہ بھی کر دیا ہے تاکہ بروز قیامت انسان کو یہ کہنے کا موقعہ ہی نہ مل سکے کہ تو نے تو مجھے میری ذمہ داریوں سے آگاہ نہ کیا تھا پھر سوال و جواب کے کیا معنی؟

ہم نے سورہ المجادلہ کی جب تلاوت کی سعادت حاصل کی تو اس سورہ کی آخری (۲۲) آیت تو ایسی معلوم ہوئی کہ صرف اسی ایک آیت کو اپنے عنوان مضمون ہذا کی سچی تعریف قرار دے سکتے ہیں لہذا آیہ ہذا کو بغرض استفادہ اہل اسلام درج ذیل کیا جاتا ہے لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَٰئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

(ترجمہ) جو لوگ خدا اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو خدا اور اس کے رسول کے دشمنوں سے دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے اگرچہ وہ اُن کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا خاندان ہی کے لوگ (کیوں نہ ہوں) یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں خدا نے ایمان کو ثابت کر دیا ہے اور خاص اپنے نور سے ان کی تائید کی ہے اور ان کو (بہشت کے) اُن (ہرے بھرے) باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں (اور وہ) ہمیشہ اس میں رہیں گے خدا اُن سے راضی اور وہ خدا سے خوش یہی خدا کا گروہ ہے۔ سُن رکھو کہ خدا ہی کے گروہ کے لوگ دلی مرادیں پائیں گے۔"

آیہ ہذا کا کیا اچھا اور دل لبھانے والا نتیجہ رب الارباب نے بتا دیا ہے یعنی دلی مرادیں پانا۔ ہم تو

عرض کرینگے کہ اس مادی دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہ ہوگا جو اس قلیل المدت دنیا میں اپنی دلی مرادیں پانے اور پھران کے حصول کے تمام ممکن ذرائع استعمال کرنے کے بغیر کامیاب ہوا ہو چونکہ عقبیٰ کا معاملہ بوجہ دوام اس عارضی دنیا کے مقابلہ میں بدرجہ زیادہ قابل التفات ہے لہذا وہاں بھی اس کے حصول کے لیئے اصولاً ہر شخص کے لئے جبتک کہ وہ اس آیت کے تمام ابتدائی مراحل (احکام الٰہی) کو بوجہ احسن و بلاخوف لومۃ لائم طے نہ کرے فائز المرامی کسی قدر مشکل ہی معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ حصول خیر کے لئے ابتدا کے جملہ متعلقہ امور کو طے کرنا از حد ضروری ہے۔ ورنہ زبانی جمع خرچ محض تحصیل حاصل ہے (فافہم) آیۂ ہذا کے حاشیہ پر جو شرح حضرت مولانا سید فرمان علی صاحب طاب ثراہ نے اسکی شان نزول کے متعلق فرمائی ہے اسکو بھی بغرض عبرت و استفادہ اہل اسلام من و عن درج ذیل کیا جاتا ہے:۔

"ایک دفعہ حضرت رسول نے پانی نوش کیا اور اس میں سے کچھ بچ گیا تو عبداللہ سلول کے بیٹے عبیداللہ نے عرض کی اگر اجازت ہو تو میں اس اسکو لے جاؤں اور اپنے باپ کو پلاؤں شاید اس کا مرض نفاق کم ہوجائے غرض وہ اپنے باپ کے سامنے لے گیا عبداللہ سلول نے پوچھا یہ کیا ہے؟ وہ بولا رسول اللہ کا جھوٹا پانی لایا ہوں تاکہ تیرا دل نفاق و شرک سے پاک ہو۔ وہ ملعون جھلا کر کہنے لگا تو اپنی ماں کا پیشاب کیوں نہ لایا۔ عبیداللہ یہ سنکر بیتابانہ حضرت کے پاس آکر کہنے لگا اگر اجازت ہو تو میں اس کا سر اڑا دوں۔ آپنے فرمایا تم کو اس کے ساتھ نرمی کرنی چاہیے اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی"

واقعی مبارک و مسعود ہیں وہ لوگ جن کو دین الٰہی کی محافظت کے خیال سے بحکم خدا غیر دین یا منافق لوگوں پر غصہ آتا ہے جیسا کہ عبیداللہ بن عبداللہ سلول کے واقعۂ بالا سے ظاہر ہوتا ہے اور واقعی زہے نصیب ایسے خوش بخت حضرات کا کہ جن کے بارے میں خدا آیت تک نازل کرتا ہے قرآن کی آیتیں خاص لوگوں کے لئے ہی ہوتی ہیں اور عام بندگان خدا بھی اگر چاہیں تو اعمال صالح کرکے ان کے مصداق بن سکتے ہیں۔ ہم تو یہانتک عرض کرینگے کہ اگر انسان کے دل میں ایمان کامل ہو تو خدائے رحمٰن ایسے شخص یا اشخاص کی ان کے شدائد و مصائب کے اوقات میں انکی مدد کرکے رہتا ہے۔ علاوہ اور بہت سی آیتوں کے جن میں خدا نے اپنے نیک بندوں کی دنیوی آزمائش کے وقت مدد فرمائی ہے ہم قرآن مجید سے صرف ایک ہی آیت کو درج ذیل کرکے اس کے متعلقہ واقعہ سے دیدۂ دل مومنین کو نور ایمان سے منور کرتے ہیں

پارۂ عم سورہ البروج (۴) قتل اصحاب الاخدود (جس طرح خندق والے ہلاک کردیے گئے)۔

ان کا قصہ یوں منقول ہے کہ ایک حبشی کو خداوند عالم نے حبشیوں پر پیغمبر بنا کر بھیجا ان کا ایک بادشاہ تھا جس کا نام ذونوس تھا وہ لوگوں سے اپنی اور بتوں کی پرستش کراتا پیغمبر نے ہر چند فہمائش کی مگر چند کے سوا کسی پر اثر نہ ہوا آخر جنگ کی نوبت آئی اور پیغمبر کے بہت سے اصحاب مارے گئے جو باقی بچے وہ مقید ہوئے ان کے واسطے بارہ گز لمبی اور بارہ گز چوڑی نہر کھدوائی اور آگ سے بھر دیا اور ایک منادی نے ندا دی کہ جو ہمارے دین پر ہے وہ الگ ہو جائے اور جو اس پیغمبر کے دین پر ہے وہ اس آگ میں کود پڑے۔ آخر مومنین نے نہایت خوشی کے ساتھ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کودنا شروع کیا جب ایک عورت کی باری آئی جس کی گود میں تین مہینہ کا بچہ تھا تو اس کو کچھ تامل ہوا مگر خدا کی شان اس بچہ نے باآواز بلند کہا اے اماں کچھ خوف نہ کر وا در ہم کو لئے ہوئے کود پڑ غرض وہ بھی گری بس پھر کیا تھا خدا نے ایک ہوا بھیجی جس نے ساری نہر کو خالی کر کے اسی آگ سے بادشاہ اور اس کے لشکر اور تابعین کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا اور مومنین پر کچھ اثر نہ ہوا"

(ماخوذ از حاشیہ قرآن مترجمہ مولانا فرمان علی طاب ثراہ)

اللہ اکبر جل جلالہ و اعظم شانہ مذکورہ بالا دو آیتوں سے ہر صاحب فکر وہ الش مسلم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہو جاتا ہے کہ اگر انسان کے دل میں اپنے دین کا سچا یقین ہو اور وہ جانے کہ جس خدا نے مجھے اس دین میں پیدا کیا ہے وہ میری ہر حالت میں مدد کرتے رہیگا تو پھر ایسے شخص کے نزدیک کسی بھی مخالف دین سے دلچسپی تو کیا بلکہ اس کے قلب صافی میں ایسے بد کردار شخص سے بحکم خدا نفرت تک پیدا ہو جاتی ہے عبید اللہ کا واقعہ بالا اس کا بین ثبوت ہے کہ اس نے باپ تک کی پرواہ نہ کرتے ہوئے پیغمبر اسلام سے اس کو قتل کرنے کی اجازت چاہی آیہ اول کا ایک ایک لفظ آب زر سے لکھنے کے قابل اور عمل کرنے کے لئے اس واسطے ہے کہ اس پر تعمیل کے باعث انسان کے دل میں اپنی دلی مرادیں پا کر رہے گا۔

یہ ہر دو واقعات تو اس زمانہ کے تھے کہ جب کفر و شرک کا دنیا میں دور دورہ تھا مگر ایسے نازک دور میں بھی مخلص بندگان خدا نے وہ کام کئے کہ جنکو باعث ان کے نام نامی تا قیامت باقی رہیں گے۔

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

الحمد للہ و احسانہ کہ تی زمانہ تو بوجہ اسلام دنیا میں کفر و شرک علی الظاہر تو بہم لوگوں میں باقی نہیں رہا جس کے باعث اہل اسلام افضال رب ذو المنن اور اپنے پیغمبر رحمت کے وجود اقدس کی بدولت ہر قسم کی آزمائش کو بلا یا عذاب سے محفوظ ہیں جس کو خود خدائے رحمٰن نے اپنی زبان بے زبانی سے فرما بھی دیا ہے :-

وماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم (یعنی اللہ کو مناسب نہیں کہ ان مسلمانوں پر عذاب کرے درآنحالیکہ (اے حبیب میرے) تیرا قدم درمیان میں ہے)

اہل دل مسلم حضرات لفظ مناسب پر اگر اپنے لمحات فرصت میں ٹھنڈے دل سے غور کرینگے تو یقیناً وجد کرینگے اور "آن راکہ خبر شد خبرش باز نہ آمد" کے اتباع میں کردگار عالم کی بارگاہ قدس پر مادام الحیات سربسجود رہکر ایسے اعمال میں، خود کو منہمک کرلینگے جو خوشنودی خدا کے باعث ہوں۔

کس نے ہمارے دین اسلام کو پسند کیا سب کہیں گے کہ خدا نے پھر کیوں نہ خدا اپنی ذرہ نوازی کے تحت ہم لوگوں کو دنیاوی عذاب استیصال سے کہ جس کے باعث سب مرجائیں محفوظ رہنے کی اس دنیا میں سند نہ دیتا۔ اب یہ ہم سب کا اپنا کام ہے کہ اس بے حد انعام ایزدی کی دل سے قدر کرتے ہوئے مادام الحیات ایسی ہی اعمال حسنہ کریں کہ یہ سند عقبیٰ میں بھی کام آسکے۔

زمانہ سابق میں تو دین پر قائم رہنا گویا انگاروں پر لوٹنے کے برابر تھا۔ کئی کئی سو برس خدا کے نیک بندے اپنے ماحول شرک وکفر کے باعث اپنے ایمان کو چھپائے رہے چنانچہ جناب آسیہ رضی اللہ عنہا اور مومن آل فرعون کے تقید کے واقعات قرآن میں موجود ہیں کہ جب ان دونوں کا ایمان ظاہر ہوگیا تو فرعون ملعون نے ان ہر دو کو سخت عذاب دیکر شہید کیا۔

اب ہم زمانہ حال کا بھی جائزہ لیتے ہیں کہ آیا ہم لوگ جو بفضلہ کسی قسم کی مداخلت فی الدین یا جبر و تشدد سے دوچار نہیں ہو رہے ہیں ایسے پر امن زمانہ میں اگر کبھی قرآنی آیت ۱؎ کے مندرجہ احکام کی خلاف ورزی دیکھتے ہیں تو کیا ہم لوگ بحکم محکم خدائے عزوجل ایسے لوگوں سے بنا لحاظ رشتہ خونی کنارہ کشی کو نظر استحسان سے دیکھتے ہیں اگر بفضلہ ایسا ہے تو واقعی ہم لوگ خدا کے مطیع ومنقاد بندے بنکر عاقبت میں دلی مرادیں پانے کا پورا استحقاق بھی رکھ سکتے ہیں اور بموجب آیۂ دیگر قرآنی جنت کے درثہ دار بھی ہو سکتے ہیں اور اگر بفرض محال کسی مقام پر ان احکام سے انحراف ہمکو معلوم ہوتا تو ہم ساکت وصامت رہ کر بندگان (بدکردار) خدا سے ہم پیالہ وہم نوالہ رہتے ہوں تو ہم تو لرزہ براندام ہوتے ہوئے اپنے سے کچھ عرض نہ کرینگے لیکن اگر قرآن کو ہم لوگ واقعی سچا کلام خدا مانتے ہیں تو اسکی تو متعدد آیتوں سے ہمارا فعل بالا (خموشی) لوگوں کو اسلام سے کوسوں دور کر رہا ہے کیونکہ مسلم کے معنی سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں کہ احکام خدا کے آگے سر تسلیم خم کرنا۔ اہل دل اور عاقبت اندیش مسلم حضرات قرآن کریم سے اس قسم کی آیتیں نکال کر اپنے لئے خود بہتر نتیجہ نکال سکتے ہیں البتہ اسقدر تو ہم موجودہ زمانہ کے مد نظر عرض کرنے پر بادل ناخواستہ مجبور ہیں کہ تبلیغ کا دروازہ بالعموم ہمارے یہاں اگر نہیں ہے تو کھلا ہوا بھی نہیں ہے حالانکہ

بروے قرآن تقریباً ہر ذی فہم و باسواد مسلم مبلغ دین قرار دیا گیا ہے کیا ہم تبلیغ دین مبین کے متعلق قرآن ہی سے کچھ احکام بفحوائے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین حاصل نہ کریں تاکہ کسی بھی مسلم کو ان سے انکار کی گنجائش ہی باقی نہ رہ سکے تلاش صحیح کے بعد قرآن میں سے کم از کم تین آیتیں تو ہم نے اپنی بے بضاعتی تامل کے ساتھ بفضلہ دریافت کر لی ہیں جن کو ہم بغرض استفادہ برادران اسلامی درج ذیل بھی کئے دیتے ہیں :-

(۱) انذر عشیرتک الاقربین "

(۲) یاایھا الذین آمنوا قوا انفسکم واھلیکم من النار وقودھا الناس والحجارۃ "الخ

(۳) ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر و اولٰئک ھم المفلحون ۵

ع۱ دعوت عشیرہ کے نام سے موسوم ہے جس میں رسول خدا کو اپنے مشرکین قرابتداروں کو تبلیغ کا حکم دیا گیا ہے۔ چونکہ اہل دل مسلم حضرات اس سہ روزہ دعوت سے واقف ہیں لہٰذا مزید بحث کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔

ع۲ اس آیت کا تعلق مومنین سے ہے کہ وہ اپنے نفسوں اور اہل وعیال کو اس آگ سے ڈرائیں جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے اللہ اللہ ایمانداروں کو اس سخت دہشت انگیز عذاب کا سامنا! معلوم ہوتا ہی کہ دوزخ کی آگ اس دنیا کی آگ سے ستر گنا تیز اور زیادہ جلانیوالی ہو گی ایسی تیز آگ میں تو انسان جلد جلکر اپنے عذاب کا خاتمہ کر سکتا ہے کاش کہ ایسا ہوتا اگر معرض دوستو عاقبت میں تو موت کو بھی موت آجائے گی اور وہاں پر ہر شخص کو اچھی یا بری زندگی جیسی ہو اسی میں ہمیشہ رہنا ہوگا غضب بالائے غضب تو یہ ہوگا کہ جب انسان کی پہلی جلد جل جائے گی تو اسکو ایک خاص مدت تک عذاب بھگتنے کے لئے دوسری اور تیسری اور نہ معلوم کسقدر جلدیں جلنے کے لئے درگاہ احدیت سے دی جائے گی۔ چنانچہ اس ضمن میں حکیم اسلام حضرت علی علیہ السلام کا قول بھی ہے کہ گنہگار مسلمانوں دنیا کے حساب سے تین تین لاکھ برس عذاب بھگتنے کے بعد کہیں جاکر ہماری شفاعت نصیب ہو سکے گی۔ یہ باتیں بالکل سچی اور ایسی ہیں کہ ان پر ٹھنڈے دل سے غور کر کے ہمیشہ ایسے اعمال نیک کیے جاویں کہ جن کے باعث انسان عقبیٰ کے عذاب میں بفضلہ مبتلا نہ ہو سکے گا۔ قول امام علیہ السلام کے بعد تو کسی کو ایک حرف بھی کہنے کی حاجت نہ ہونی چاہئے (فاعتبروا یا اولی الابصار)

منقول ہے کہ جب جناب امام علی نقی علیہ السلام اس آیت کی تلاوت فرماتے تو بے حد گریہ فرماتے تھے ایک مرتبہ ان حضرت کی مادر گرامی نے کہا کہ بیٹا آپ تو ابھی بچے ہیں پھر گریہ کاہے کو ارشاد ہوتا ہے کہ مادر گرامی لکڑیوں میں جبتک چھوٹا پہلے نہ ڈالا جائے جلتی نہیں ہیں اسی طرح سے دیگر ائمہ طاہرین علیہم السلام کا حال تھا۔ ابھی یہ بزرگوار

سمن بغرض انفصال مقدمہ

مقدمہ نمبر ۳۱۸۵ سنہ ۱۹۴۷ء

بعدالت جناب سید قدیر حسن صاحب بہادر جج خفیفہ لکھنؤ مقام لکھنؤ

لالہ رام کشور وغیرہ رستوگی اشرف آباد شہر لکھنؤ . . . . مدعی

بنام

ہیرالال وغیرہ . . . . مدعاعلیہ

بنام ۱۔ ہیرالال ولد بودھی سنگھ قوم ٹھاکر } ساکنان کوبرالیبی پرمٹ متصل ہزاری بنگلہ شہر کانپور

۲۔ رام ارجور ولد سیتارام قوم برہمن پان فروش

ہرگاہ مدعیان نے تمہارے نام ایک نالش بابت ۱۲۲/۵ کے دائر کی ہے لہذا تم کو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۲ مارچ سنہ ۱۹۴۸ء بوقت ۱۰ بجے دن اصالتاً یا معرفت وکیل کے جو مقدمہ کے حال سے قرار واقعی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھ اور کوئی شخص ہو جو جواب ایسے سوالات کا دے سکے حاضر ہو اور جواب دہی دعویٰ مدعی مذکور کی کرو اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تم لازم ہے کہ اپنے جواب دعویٰ کی تائید میں جن گواہوں کی شہادت پر یا جن دستاویزات پر تم استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز ان کو پیش کرو۔

مطلع رہو کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہو گے تو مقدمہ بغیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا۔

آج بتاریخ ۵ فروری سنہ ۱۹۴۸ء میرے دستخط اور مہر عدالت سے جاری کیا گیا۔

مہر عدالت

دستخط حاکم

اطلاع

۱۔ اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تمہارے گواہ اپنی مرضی سے حاضر نہ ہوں گے تو تم عدالت ہذا سے سمن بایں مراد جاری کرا سکتے ہو کہ جو گواہ نہ حاضر ہو وہ جبراً حاضر کرایا جائے اور جس دستاویز کو کسی گواہ سے پیش کرانے کا تم استحقاق رکھتے ہو وہ اس سے پیش کرائی جائے بشرطیکہ تم اس کے واسطے زر خوراک جو ضروری ہو عدالت میں داخل کر کے اس امر کی درخواست گذرانو۔

۲۔ اگر تم مطالبہ مدعی کو تسلیم کرتے ہو تو تم کو لازم ہے کہ روپیہ مع خرچہ نالش عدالت میں داخل کرو تاکہ ڈگری کا اجرا جو تمہاری ذات یا مال پر یا دونوں پر ہو کرنا نہ پڑے۔ ۳۔ منسلک سمن ہذا ہے۔

وقت حاضری بدفتر جناب جج صاحب بہادر خفیفہ لکھنؤ ۱۰ بجے سے ۴ بجے تک۔ یہاں پورا پتہ درج کرو نقل عرضی دعویٰ یا مختصر بیان نوعیت دعویٰ یا جیسی صورت ہو (حسب قاعدہ ۱ آرڈر ۵ مجموعہ ضابطہ فوجداری)

مجلس ایصال ثواب

جناب مولانا مفتی سید احمد علی صاحب قبلہ مدظلہ پرنسپل مدرسہ ناظمیہ اور جناب مولانا سید کلب حسین صاحب قبلہ مدظلہ امام جمعہ وجماعت وجناب مولانا سید محمد سعید صاحب قبلہ مدظلہ وجناب تاج العلماء مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مدظلہ علماء اعلام کی جانب سے مدرسہ الواعظین میں فخر ملت جناب حاجی غلام حسین صاحب جیٹھا بھائی مدظلہ کے برادر مرحوم الحاج نور محمد صاحب مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے ایک عظیم الشان مجلس منعقد ہوئی جس میں جناب سلطان الحفاظ مولانا حافظ کفایت حسین صاحب قبلہ واعظ نے ایک معرکہ آرا تقریر فرمائی اور مجلس نہایت کامیاب ہوئی۔

رباعی

از نتیجہ فکر عالیجناب نواب سید محمد حسین صاحب کوثر کانپوری

سچ بات کے کہنے میں دقت ہی نہیں — قسموں کی دلیل کی ضرورت ہی نہیں
سرسبز ہے باغ خلد میرے دم سے — کوثر نہ ہو جنت میں تو جنت ہی نہیں

چونکہ معشوق اور محبوب الٰہی تھے اس لیے یہی چاہتے تھے کہ خدا کی معصیت کوئی نہ کرے جس سے وہ ناراض ہو تو جب کسی کو معصیت کرتے دیکھتے تو ان حضرات کو سخت شاق گذرتا اس لئے کہ وہ گناہ ان کے سامنے ہوا اور اس وقوع گناہ سے استغفار فرماتے تھے کیا ایسا استغفار ان حضرات کی حد درجہ غلام نوازی ظاہر نہیں کرتا ہم لوگ کون ہیں؟ سب حضرات مثالمدینگے کہ ہم لوگ ان ہی انوار مقدسہ کی بچی ہوئی مٹی سے مخلوق ہوئے ہیں اور ہم پر اپنے ائمہ کی اطاعت و نوطرفی حد تک واجب اور بروز قیامت بھی انشاءاللہ العزیز ہملوگ انہی بزرگواروں کے ساتھ محشور ہونیکی ہر وقت دعا بھی کرتے رہتے ہیں۔ پس جب ہملوگ محض افضال الٰہی سے اسقدر بڑے مرتبہ پر فائز ہیں تو اصولاً اور انصافاً ہم سب پر یقینی واجب ولازم ہوجاتا ہے بالخصوص حضرات سادات عظام پر (جن کی نسبت رسولِ خدا کا ارشاد ہے الصالحون للّٰہ والطالحون لی یعنی ان میں سے نیکوں کی خدا کے واسطے اور بدوں کی میری خاطر سے عزت کرو) کہ اپنے بزرگان دین کی طرفی تاسی ہر وقت کرکے اپنی غلامی کو چار چاند لگاتے رہیں ورنہ عدم تاسی کی صورت میں عوام الناس سے باز پرس ہوگی اور حضرات سادات سے ان کے مرتبہ کے لحاظ سے دگنی باز پرس کا خدشہ ہے یہ تو ہم سب جانتے ہیں کہ ہملوگ معصوم نہیں ہیں لہذا جب معصومین ہمیشہ خود ڈرتے رہے اور اپنی اولاد کو بھی اسلام پر مرنے کی وصیت کرتے رہے تو ہم گنہ گاروں پر بھی تو ایک نہ ایک حد تک لازم سا ہوجاتا ہے کہ ہم بھی خدا سے ڈریں اور اپنی اولاد کو بھی [illegible] ہذا کے منشا کے مطابق ڈرائیں فافہم وتدبر

۳ یہ آیت عام مسلمانوں کے متعلق ہے کہ تم میں سے ایک گروہ تو ایسا ہونا چاہیئے جو دوسروں کو نیکی کی طرف بلائے اور برائی سے روکے ان ہر دو کے نتائج بھی خدا نے بتا دیے ہیں یعنی دلی مرادیں پانا کیا اس قسم کی دعوت کو ہم تبلیغ نہیں کہہ سکتے پھر تبلیغ کے دروازہ کا ہمیشہ کھلا رہنا تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ سراسر منشاء الٰہی کے منافی اور مستوجب سزا بھی ہے۔

ان ہرسہ آیتوں سے تو ہر ذی فہم اور عقل سلیم رکھنے والے مسلم پر روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائے گا کہ عالم اسباب کے تحت ہم سب مخلصانہ تعاون باہمی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں آزاد نہیں ہیں اور بمصداق

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست — در پریشاں حالی و درماندگی

ہر شخص پر فطرتاً لازم ہے کہ وہ مصیبت کے وقت بندگان خدا کے کام آئے چونکہ ہم نے قرآن کی آیتوں کے بموجب گنہگاروں کو جلنے کے لئے متعدد جلدوں کے دیے جانے کا ذکر کردیا ہے لہذا اب تمام مسلم بالعموم اور ہر گھر کے بزرگ بالخصوص جو اپنی عقل خداداد سے عاقبت کے تحت مذکورہ بالا مواخذہ سے بزعم گرکسی اور چیز کو پریشانی اور درماندگی ہرگز نہ کہیں گے کیا ان پر خود کی اور ان کے متعلقین کی مذکورہ بالا پریشانی کے دفعیہ کی ذمہ داری

اسی دنیا میں بحیثیت مربی عائد نہیں ہوتی؛ اس سے ہمارا مقصود یہ ہے کہ چونکہ عاقبت میں کوئی کسی کی مدد نہ کرے گا جیسا کہ قول جناب امیرالمومنین علیہ السلام مذکورہ بالا سے صاف ظاہر ہے لہذا عاقبت کے آنیوالے اور واقعی ہونے والے عذاب کی سخت دہشت کو محسوس کرتے ہوئے ہر بزرگ خاندان کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے خود ایسے نیک اعمال بجالائے اور پھر اپنے متعلقین کو بھی ان کی تلقین کرے کہ جن کے باعث وہ خود کو اور اپنے متعلقین کو عقبیٰ کے عذاب کی سخت زد سے محفوظ کر سکے بس احساس ذمہ داری ایک اہم سوال ہے جس کا ہم سب کو بعد غور کامل جواب دینا ہے اگر افضال الٰہی سے ہم لوگوں نے اس کا جواب اثبات میں دیا یعنی اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونا ہم سب نے اپنے اور اپنے متعلقین کی رستگاری عقبیٰ کے لئے بدرجۂ اتم واجب کر لیا تو پھر تو بفضلہ بیڑا پار ہے لفظ ذمہ داری ایک جامع لفظ ہے کہ جس سے تمام مسلمان بفضلہ واقف بھی ہیں لہذا اس پر مزید بحث تحصیل حاصل ہے۔

ہم تو کہیں گے کہ خدائے رحمٰن نے آیۂ ملا میں عجب فلسفہ و حکمت کا مسئلہ ہمارے حل کے لئے بیان کر دیا ہے وہ یہ کہ اگر جراح یا ڈاکٹر مریض کے زخم کو چیرتے وقت ضروری سختی نہ کرے اور مریض کی عارضی تکلیف سے نرمی ہی کرتا جائے تو ایسا فعل اسکے معزز فن کے خلاف ہوگا کیونکہ عمل جراحی یا آپریشن وہی بالعموم کامیاب کہا جاتا ہے کہ جس میں ڈاکٹر مواد فاسد کا ایک ذرہ بھی مریض کے جسم میں باقی نہ رکھے تاکہ خون میں زہریلا اثر پیدا نہ ہو سکے اور مریض بالکل تندرست ہو جائے کیا مذکورۂ بالا تشریح اور ضروری سختی کے طریقے کو استعمال کرنے سے فی زمانناکسی شخص کو روزمرہ کے مشاہدہ سے انکار ہو سکتا ہے ہم تو کہینگے کہ نہیں اور ہرگز نہیں بس ہمارے معزز برادران اسلامی بلاتشبیہ یہی منشا ایزدی ہے جو آیۂ ملا میں خدا نے نہایت صاف اور کھلے الفاظ میں بیان کر دیا ہے اب اس کی مزید وضاحت بھی مختصر الفاظ میں کی جاتی ہے کہ اگر بندوں کو ان کی بدی سے یہ سمجھکر کہ خدا کے انحراف کے علاوہ ایسے بدوں سے خاندان اور قوم کا نام بدنام ہوتا ہے روکا جائے تو خدائے رحمٰن اپنے ایسے مطیع و منقاد بندوں کی ہر وقت مدد کرتے رہتا ہے اپنے متعلقین کے ساتھ مثل ڈاکٹر نرمی و سختی کا برمحل استعمال کرنا ہر بزرگ خاندان کا اپنے خود اور اپنے متعلقین کی عاقبت بخیر کرنے کے لئے سخت ضروری ہے ورنہ اگر مواد فاسد کا ایک ذرہ بھی مریض (متعلقین) کی عارضی تکلیف کے مدنظر باقی رکھا گیا تو برے مسئلہ طبی خون میں زہریلا اثر کا پیدا ہونا ضروری اور بعد میں چل کر مریض کے دیگر مہلک امراض میں مبتلا کرنے کا باعث جسکو ہم بندگان خدا کا گناہوں پر قائم رہ کر بالآخر خسر الدنیا والآخرہ بھی کہہ سکتے ہیں کیا کوئی شفیق و مہربان مربی خاندان اول اپنے

بعدالت جناب سید قدیر حسن صاحب جج خفیفہ لکھنؤ

درخواست دیوالیہ ۱ سنہ ۱۹۴۶ء

بمقدمہ قرار دیے جانے دیوالیہ مسمی بیتو لال ولد بھگوان پرشاد قوم کائستہ ساکن محلہ برہانہ تھانہ چوک لکھنؤ

بنام ۱۔ ہردت باجپئی عمر ۳۵ سال ولد انت پرشاد قوم برہمن ساکن رانی کٹرہ تھانہ چوک لکھنؤ

۲۔ لالہ رام سروپ عمر ۳۵ سال ولد بنالال قوم رستوگی ساکن بازار راجہ تھانہ چوک لکھنؤ

۳۔ پنڈت سری نرائن عمر ۶۰ سال ولد نامعلوم قوم برہمن ساکن گرین مارکیٹ نیوگنیش گنج لکھنؤ

۴۔ لالہ بھولداس عمر ۳۵ سال ولد نامعلوم کلاتھ مرچنٹ بزازہ امین آباد تھانہ وزیر گنج لکھنؤ

۵۔ لالہ ناتھو رام عمر ۴۰ سال ولد نامعلوم رستوگی ساکن ودگا نواں تھانہ وزیر گنج لکھنؤ

۶۔ لالہ کیدار ناتھ عمر ۲۵ سال ولد نامعلوم قوم رستوگی ساکن بازار راجہ تھانہ چوک لکھنؤ

۷۔ لالہ شمبھو ناتھ عمر ۴۰ سال ولد نامعلوم رستوگی ساکن بازار راجہ تھانہ چوک لکھنؤ

۸۔ گیا پرشاد عمر ۴۵ سال پریسیڈنٹ مراری پاٹ شالہ ساکن قیصر باغ لکھنؤ

۹۔ لال بہاری عمر ۴۰ سال ولد نامعلوم ملازم رائے صاحب جے نرائن مصر ساکن نیوگنیش گنج لکھنؤ

۱۰۔ جگت نرائن عمر ۲۷ سال ولد مالک چودھری تمبولی ساکن برہانہ تھانہ چوک لکھنؤ

۱۱۔ رادھے کشن عمر ۴۰ سال ولد نامعلوم ساکن ہیرامن پوروہ ضلع بہرائچ

۱۲۔ جے نرائن عمر ۳۵ سال ولد نامعلوم حال ساکن اننگر لکھنؤ

مطلع ہو کہ دیوالیہ مذکور الصدر نے اپنی بریت کی درخواست عدالت ہذا میں گذرانی ہے اور عدالت ہذا نے سماعت درخواست کے واسطے بتاریخ تیرہ ۱۳ فروری ۱۹۴۸ء بوقت ۱۰ بجے مقرر کی ہے۔

تاریخ ۲ جنوری ۱۹۴۸ء

دستخط حاکم

مہر عدالت

خود کے لئے اور پھر اپنی لاڈلی اور چاہیتی اولاد کے لئے مفصلہ بالا انجام کو آن واحد کے لئے بھی نظر استحسان سے دیکھنا پسند کرے گا ہم تو کہیں گے کہ کوئی بھی چھوٹی سی عقل والا انسان اس انجام بد کے خیال کو اپنے گوشۂ دل میں لانے کی جسارت نہ کرتے ہوئے مادام الحیات خود کی اور اپنے متعلقین کی رشد و ہدایت کے مساعی جمیلہ کو اپنا خوشگوار فریضہ تصور کرے گا۔

آیت ۸ میں بغض للہ یعنی خدا کے دشمنوں سے دوستی نہ کرنا صرف انہی لوگوں کے لئے غالباً مخصوص ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں پس معلوم ہوا کہ جو لوگ ان ہر دو پر دل سے ایمان نہیں رکھتے ان پر احکام خدا (بغض للہ) کی تعمیل بھی لازمی نہیں۔ لہذا ایسے لوگوں سے تو کسی دردمند بندۂ خدا کا روئے سخن نہ ہونا چاہئیے وہ جانیں اور ان کا خدا اعلائے کلمۃ الحق کے تحت ہم نے یہ آخری اور مدلل جملہ درج کر دیا ہے۔ اب اہل اسلام خود اپنے مفاد دارین کے لئے جیسا چاہیں کریں کیونکہ دین میں جبر و تشدد کا حکم نہیں ہے صرف احکام خدا کا پہونچا دینا بروئے آیات در بارہ تبلیغ ضروری ہے واقعی خوش بخت ہیں وہ لوگ اور زہے نصیب ان ذمہ دار حضرات کا جو اپنے متعلقین کی اصلاح مثل ڈاکٹر اُن کی فلاح دارین کے خیال سے کرتے رہتے ہیں۔

حقیقی مومنین کی تعریف میں جہانتک ہم سے بتوفیق ایزد منان ہو سکا ہم نے حوالۂ قلم کرنے کی سعادت حاصل کر لی ہے اور تبلیغ کے متعلق بھی تین آیتوں کو درج کر دیا ہے اہل دل مسلم حضرات اپنی عقل خداداد اور فہم رسا سے اس مختصر سی تشریح کو کماحقہ سمجھکر اس سے ظرفی حد تک عہدہ برآ ہو کر انشاء اللہ العزیز عقبیٰ میں دلی مرادیں بھی پاکر رہیں گے (فہو المراد واللہ المستعان) و ما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

ریویو

مرثیۂ نو

"شمشیر اسلام" چھٹا تبلیغی مرثیہ ہے اور موجد صاحب سرسوی وہ خوشگو شاعر ہیں کہ انکے کلام میں شگفتگی اور سلاست و فصاحت کے ساتھ ساتھ تحقیقات کے جواہر پارے بھی نظر آتے ہیں زیر نظر مرثیہ میں بیشک تبلیغی پہلو ہیں اور فاضل شاعر نے بتایا ہے کہ اسلام بزور شمشیر نہیں پھیلا۔

موصوف کے اشعار آبدار محرم نمبر میں دیکھکر قارئین کرام کو موجد صاحب کے محاسن کلام یاد ہوں گے مرثیہ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ لکھائی چھپائی کاغذ کے لحاظ سے اسقدر دیدہ زیب ہے کہ معلوم ہوتا ہے تاج کمپنی کا تازہ شاہکار ہے حاشیہ پر نثر مفید فٹ نوٹ اور ٹائیٹل پر کربلا کا نقشہ ہے آخر میں چند رباعیاں اور سلام بھی ہیں اس مرثیہ کو خرید کر ضرور مؤلف کی ہمت افزائی کرنا چاہیئے۔ تقطیع ۲۶×۲۰/۸ ملنے کا پتہ:۔ سید ناظر حسین نقوی موجد سرسوی فلیٹ ۱۰ موہن مینشن تھادن مل خوشحال داس روڈ سرائے کوارٹرس کراچی۔

امام باڑہ شہزادہ سکندر شکوہ

از عالیجناب شیخ تصدق حسین صاحب ایڈوکیٹ لکھنؤ

یہ عالی شان امام باڑہ امین الدولہ پارک کے جانب جنوب پھاٹک کے اندر واقع ہے۔ اس کو مرزا سکندر شکوہ نے بعہد دولت نواب سعادت علی خاں بنوایا تھا۔ مرزا سکندر شکوہ اعلیٰ حضرت شاہ عالم بادشاہ دہلی کے لخت جگر اور حضرت محمد اکبر شاہ ثانی کے سگے بھائی تھے۔ حضرت شاہ عالم کی خاص محل نواب قدسیہ بیگم ایران کے شاہی صفویہ خاندان کی چشم و چراغ اور امامیہ مذہب کی پیرو تھیں بادشاہ کے اُن سے کئی شہزادے ہوئے اُن میں سے بعض نے باپ کا طریق اختیار کیا اور بعض نے ماں کا۔ ان شہزادوں میں مرزا جہاندار شاہ بزمانہ حکومت نواب آصف الدولہ بوجوہات چند در چند دہلی سے لکھنؤ چلے آئے اور یہیں سکونت پذیر ہو گئے۔ یہ باپ کے طریق پر حنفی المذہب تھے۔ نواب آصف الدولہ نے ان کے ۲۵ ہزار روپیہ ماہانہ بطور گذارہ مقرر کئے۔ اس کے بعد شہزادے بعض اسباب کی بنا پر بنارس منتقل ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے چھوٹے بھائی مرزا سلیمان شکوہ آئے ان کے بھی ۶ ہزار روپے ماہوار مقرر ہوئے پھر جب شاہ زمن غازی الدین حیدر نے اپنے نورنظر مرزا نصیرالدین حیدر کی شادی مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی رقیہ سلطان بیگم سے کی تو ۶ ہزار روپیہ ماہانہ اور اضافہ کر دیے اب بارہ ہزار روپیہ ماہوار ملنے لگے ما بعد ان کے برادر خورد مرزا سکندر شکوہ لکھنؤ آئے آخر الذکر دونوں شہزادے ماں کے طریق پر شیعہ تھے اکبر شاہ ثانی جو شاہ عالم بادشاہ کے بعد تاج و تخت کے مالک ہوئے ان ہی شہزادوں کے سب سے بڑے بھائی تھے۔ انھوں نے مذہب اہلسنت اختیار کیا تھا مرزا سکندر شکوہ پوشیدہ طور پر آغا شجاعت علی خاں کے ساتھ آئے اور پرائن کے باغ کے پچھواڑے ایک انگریز کی کوٹھی و باغ کرایہ پر لیکر اس میں سکونت اختیار کی۔ مرزا سلیمان شکوہ نے جو لکھنؤ میں قبل سے موجود تھے دس روپیہ یومیہ ان کے خاصہ کے لئے مقرر کر دیے۔ موصوف کے ہمراہ دہلی سے اکثر ارباب علم و دانش مثل مرزا محمد حسن قتیل[۱] میر اکبر علی وکیل و آغا شجاعت علی خاں وغیرہ آئے تھے

---

[۱] مرزا قتیل نومسلم تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے ان کا نام دیوان سنگھ تھا ان کے باپ درگاہی مل فریدآباد ضلع دہلی کے باشندے قوم کے کھتری تھے قتیل ایک مدت تک امیر الامرا غازی الدین خاں بہادر عماد الملک کی مصاحبت میں رہے اس کے بعد شہزادہ سکندر شکوہ کے ہمراہ لکھنؤ چلے آئے یہاں اُن کی بڑی قدر و منزلت ہوئی شعر و شاعری میں ان کا پایہ بہت بلند تھا۔ نظم و نثر دونوں کے استاد تھے فارسی و ترکی میں بھی بہت استعداد بہم پہنچائی تھی عرب و عجم و ترکستان کا سفر کر کے فارسی و ترکی کے محاورات کی بہت تحقیق و تدقیق کی تھی۔

یہ زمانہ کرنیل جان بیلی کی ریذیڈنسی کا تھا اسوقت مرزا فخرالدین احمد عرف مرزا جعفر کا طوطی بول رہا تھا۔ مرزا قتیل سے مرزا جعفر اور ان کے بیٹے قمرالدین احمد عرف مرزا حاجی سے بہت راہ و رسم تھی ان کی کوشش سے کئی برس کے بعد گورنمنٹ انگریزی نے ہزار روپیہ ماہوار بطور گذارہ شہزادہ موصوف کے مقرر کر دیے۔

مرزا سلیماں شکوہ نے نواب سعادت علی خاں سے اکثر مرزا سکندر شکوہ کا تذکرہ کیا مگر انھوں نے ہر بار یہی عرض کیا کہ مجھے شرف ملازمت حضور کیا کم ہے مگر جب مرزا جواں بخت کے بیٹے مرزا عالی قدر کی شادی مرزا سلیماں شکوہ کی بیٹی سے ہوئی تو آخرالذکر ہندوستان کی رسم کے مطابق محفل میں حاضر نہ تھے ان کے بجائے مرزا سکندر شکوہ انتظام و انصرام محفل میں مصروف تھے جب نواب سعادت علی خاں شریک محفل ہوئے تو مرزا سکندر شکوہ ایسے وسیع الاخلاقی سے پیش آئے کہ نواب سعادت علی خاں بہت خوش ہوئے اور انکے بڑے بھائی کی عنایتوں کو بھی بھول گئے بلکہ چند روز میں دونوں ایسے ہم پیالہ ہم نوالہ ہو گئے کہ بقول سید کمال الدین حیدر مصنف قیصر التواریخ مرزا سلیماں شکوہ نے بھائی کو بہ تہدید لکھا کہ وزرا و امراء سے اس طرح ملنا ہمارے خاندان کی توہین ہے غرضکہ ہزار روپیہ ماہوار نواب سعادت علی خاں نے بھی مرزا سکندر شکوہ کے مقرر کئے اب ان کی آمدنی دو ہزار روپیہ ماہوار کی ہو گئی۔ اس رقم میں مرزا شجاعت علی خاں کی معرفت ان کا ضروری سامان امارت درست ہو گیا

(بقیہ فٹ نوٹ صفحہ ماقبل) قواعد فارسی کے متعلق ان سے کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک دیوان بزبان فارسی یادگار ہے جب نواب سعادت علی خاں نے درگاہ حضرت عباس کو نئے سرے سے بنوایا اور بالائی حصہ میں سنہرا کرخی گنبد بھی تعمیر کرایا تو قتیل ہی نے اسکی تاریخ کہی "این گنبد جدید بنائے سعادت است"

ان کے علم و کمال کا شہرہ سنکر نواب سعادت علی خاں نے ادعا کو بھی ان سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوا اور موصوف کو طلب فرمایا مگر انھوں نے عرض کیا میں تعمیل ارشاد کے لئے بسر و چشم حاضر ہوں مگر چند باتوں کا بے حد عادی ہو گیا ہوں ایک تو حقہ ہر دم ہمدم و انیس رہتا ہے دوسرے دستار سے طبیعت الجھتی ہے فقط کلاہ سادہ استعمال کرتا ہوں تیسرے جو علم حاصل کیا ہے اس کی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہوں اگر یہ تینوں صورتیں منظور خاطر ہوں تو شوق سے طلب فرمائیں فقیر بخوشی حاضر ہے اور اگر خلاف رائے بندگان حضور ہے تو بندہ کو قیام شہر نامنظور ہے علم دوست اور سخن پرور نواب نے انکی تینوں شرطیں منظور کرلیں اور بے تکلف آنیکی اجازت دی مگر جو وقت مرزا کے دروازہ پر پہونچنے کی خبر ہوئی تو نواب نے پہلے سے اٹھکر ٹہلنا شروع کر دیا جو وقت مرزا اندر داخل ہوئے پہلے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی پھر دونوں بیٹھ گئے حقہ کی طرف نواب نے توجہ کی اور شہزادہ ہی نے دم مارا مرزا کے سر پر بھی درباری پگڑی نہ تھی صرف سادی کلاہ تھی۔ مرزا نے ۱۲۳۳ھ اور بقول دیگر ۱۲۳۳ھ میں لکھنؤ میں انتقال کیا

نواب سعادت علی خاں ان کی سلامت روی اور کردار و رفتار سے بہت خوش تھے۔ مرزا سلیمان شکوہ کی چھ ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی تھی مگر اس پر بھی اپنی شاہ خرچیوں اور لاپرواہی کی بدولت مہاجنان شہر کے قرضدار ہو جاتے تھے لیکن مرزا سکندر شکوہ نے اسی دو ہزار روپیہ ماہوار کی آمدنی سے رقم پس انداز کرکے سکونتی باغ کو خرید لیا اور اس میں امامباڑہ و کوٹھی و محلسرا مکلوڈ صاحب انجینیر ملازم ریاست اودھ کے زیر اہتمام تعمیر کرائی نواب سعادت علی خاں اکثر صبح کو تعمیر کے معائنہ کے لئے تشریف لے جاتے تھے۔ کوٹھی دونوں کی اتفاق رائے سے تعمیر ہوئی تھی اور نواب سعادت علی خاں اکثر روپیہ بھی برائے تعمیر بھیجتے تھے سفر میں بھی اکثر انھیں کو ساتھ لیجاتے تھے دس ہزار روپے سفرخرچ کے لئے بھیجتے تھے۔

مرزا سکندر شکوہ نے اپنے بیٹے مرزا عباس شکوہ کو دہلی سے بلوا بھیجا اور جو رقم گذارہ سرکار اودھ سے مقرر تھی وہ انکے نام جاری کرادی تعزیہ داری امامباڑہ میں بڑے تکلف سے کرتے تھے حضرت غازی الدین حیدر کے عہد حکومت میں سفر آخرت اختیار کیا اور اپنے ہی امامباڑہ میں دفن کئے گئے انکے انتقال پر جو دو ہزار روپے سرکار انگلشیہ سے مقرر تھے اس میں سے چہارم حصہ وضع ہوکر ساڑھے سات سو روپیہ ماہوار مرزا عباس شکوہ کو ملنے لگے۔

مشاہرہ شاہی کی صورت یہ ہوئی کہ مرزا عباس شکوہ جبتک قلعۂ دہلی میں مقیم تھے اسوقت تک مذہب امامیہ کے پیرو رہے اکثر عشرہ محرم میں ان سے اور دیگر شہزادوں سے بوجہ اختلاف مذہب قصہ ہو جاتا تھا۔ لکھنؤ میں باپ کے انتقال کے بعد مذہب حنفی اختیار کیا اور تصوف کی جانب میلان ہوا۔ حافظ وارث علی شاہ کے داماد کے مرید ہوئے رنگین لباس مثل فقرا اختیار کیا اور بقول سید کمال الدین حیدر عشرۂ محرم میں آٹھویں کو نواب معتمد الدولہ آغا میر کے یہاں مجلس میں تشریف لے گئے وہاں تبرا ہوا ان کو بہت برا معلوم ہوا مجلس سے اٹھکر چلے گئے۔ صاحب خانہ کو بہت تعجب ہوا انھوں نے کل ماجرا بادشاہ سے عرض کیا چنانچہ ہزار روپیہ ماہوار جو سرکار شاہی سے ملتے تھے موقوف ہو گئے۔

حضرت غازی الدین حیدر کے عہد حکومت میں مرزا عباس شکوہ کی بیگم نے بہ سبب ناموافقت مہر کا دعویٰ دائر کیا کل املاک دین مہر میں ترق ہو گئی نواب امین الدولہ نے تخمینا اٹھائیس ہزار روپے کو مول لی شہزادہ موصوف ٹیہو خاں کے مکان میں اٹھ گئے امین الدولہ نے اور آراضیات دوسرے لوگوں سے خرید کر باغ میں شامل کیں اور لاکھوں روپے صرف کرکے امین آباد بازار وغیرہ بنوایا۔

بڑی محلسرا موسومہ بارہ دری جو امامباڑہ کے جانب مغرب واقع ہے نواب امین الدولہ نے اپنی حیات میں اپنی بیوی عباسی خانم کو جو نواب کی پھوپھی زاد بہن تھیں ہبہ کردی جس پر وہ بحیثیت مالک قابض رہیں بعد انتقال نواب انھوں نے نواب مرحوم کے داروغہ کتب خانہ سید مصطفیٰ صاحب سے عقد ثانی کرلیا

ان سے ایک لڑکی مہدی بیگم پیدا ہوئی اسکے بعد سید مصطفیٰ کا انتقال ہو گیا اور عباسی خانم نے پھر تیسرا نکاح محمد باقر سے کیا۔ اس کے بعد عباسی خانم بھی عالم بالا کو راہی ہو گئیں۔ ان کی رحلت پر ان کی جائداد میں ۴ر بطور حق شوہری محمد باقر کو ملے۔ اور ۶ر زینب النساء خانم دختر کو جو نواب امین الدولہ سے تھیں اور باقی ۲ر دوسری بیٹی مہدی بیگم کو ملے جو سید مصطفیٰ سے تھیں محمد باقر نے اپنا حصہ بقدر ۴ر علیحدہ کر کے وزیر منزل لے لی جو محلسرا کی نشست گاہ تھی اس کو آخر میں شیخ فرزند علی صاحب وکیل نے خریدا۔ محلسرا کو ۱۹۰۸ء میں افسر جہاں بیگم صاحبہ زوجہ جناب ممتاز حسین صاحب بیرسٹر نے دس ہزار روپیہ کو خریدا۔

۱۹۱۳ء میں جب میونسپل بورڈ لکھنؤ نے باغ امین الدولہ کوٹھی وغیرہ لیکر پارک بنانے کو کھود کر ہموار کر دی تو مسٹر ممتاز حسین نے امامباڑہ مرزا سکندر شکوہ کی عمارت مبلغ تین ہزار روپے کو بحیثیت سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین میونسپل بورڈ لکھنؤ سے بنام انجمن مذکور خرید کر اس میں یتیم خانہ قائم کیا جس کا نام بعد میں موصوف کی یادگار میں "ممتاز دار الیتامیٰ" رکھا گیا جو تا حال عمارت مذکور میں برقرار ہے اور کامیابی سے چل رہا ہے۔

رباعیات

از امام انام عالیجناب سید علی اطہر صاحب مرغوبؔ

اللہ و رسولؐ کے پیارے ہیں حسینؑ
ہر بیکس و مضطر کے سہارے ہیں حسینؑ
طوفان الم میں جنکو نظریں ڈھونڈھیں
وہ ہی تو نجات کے کنارے ہیں حسینؑ



آفاقِ امامت کے ستارے ہیں حسینؑ
حیدرؑ ہیں قمر تو ماہ پارے ہیں حسینؑ
مخلوقِ خدا کے اتنے مرغوبؔ ہوئے
ہر کس یہی کہتا ہے ہمارے ہیں حسینؑ



مشکلکشا کے لعل پیمبرؐ کے نور عین
مظلوم کربلا شہنشاہِ مشرقین
آلام کا ہجوم ہے خادم پر آپ کے
امداد کیجئے مری یا حضرت حسینؑ

لکھنؤ میں ایام عزا

عالیجناب سید مہدی حسین صاحب ہمدرد لکھنوی

گذشتہ نمبر میں عشرہ محرم کی مکمل رپورٹ افراد قوم کی محترم نگاہ میں تاریخی لحاظ سے بیحد دلچسپ ثابت ہوئی اور مجھے جرأت ہوئی کہ ایام عزا کے باقی مجالس پر بحث کروں لکھنؤ کی عزاداری سلاطین اودھ کے وقت سے شہرۂ آفاق ہے اور درحقیقت انھیں ارباب ہمت کے یہ برکات ہیں جو دور انحطاط میں بھی لکھنؤ مرکز سمجھا جاتا ہے اور اقطاع ہند کے واعظین و مبلغین کو یہاں پڑھنے کی آرزو رہتی ہے۔ ایک ایرانی واعظ مولانا محمد علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمود بن غلام علی نجفی اسدی جو پہلی مرتبہ عہد آخری میں وارد لکھنؤ ہوئے تھے اور پھر دوسری بار غدر ۱۸۵۷ء میں ان کا لکھنؤ میں گذر ہوا تو عزاداری کا فروغ دیکھکر انھوں نے کہا۔

> والحق لکھنؤ را یافتم از ارباب کمال مالامال و در فن تعزیہ داری و سوگواری امام قتیل بے عدیل و در علو در مذہب تشیع و دینداری بے مثل (صلاء سرور المومنین)

وہ مناظر تو اب کہاں ہیں پھر بھی شہر میں جو چہل پہل زمانہ عزا میں رہتی ہے اس سے غیر اقوام بھی واقف ہیں عشرۂ محرم ختم ہونے کے بعد ہفتہ وار مجالس کا سلسلہ شروع ہوتا ہے جس میں بعض عزاخانوں میں ہشتم ربیع الاول تک آٹھویں دن کی مجلس ہوتی ہے اور بعض میں چہلم کے قبل سلسلہ ختم کردیا جاتا ہے جگہ جگہ عشرے شروع ہوتے ہیں جن کا سلسلہ آٹھویں تک باقی رہتا ہے نیز سالانہ مجالس برابر منعقد ہوتے رہتے ہیں اور کوئی دن ایسا نہیں رہتا جس میں کوئی مجلس سالانہ نہ ہو یہ بانیان مجلس سال بھر کے بعد صرف ایک دن اپنے احباب اور عام مومنین کو دعوت شرکت دیتے ہیں اور عزاداروں کو اس کا خیال دامن گیر رہتا ہے کہ اس موقع پر شرکت ضرور ہو۔

فی الحال سالانہ مجالس میں مجمع کے لحاظ سے کوئی عظمت باقی نہیں ہے اور جو شان گذشتہ ۲۵ سال قبل سالانہ مجالس کی تھی وہ اب نہیں ہے۔ زمانہ کے تغیرات اور نقل مکان کی وجہ سے سالانہ مجالس کے انحطاط کے بعد لکھنؤ میں سالانہ مجلسوں کا چلن کم ہوگیا اور جو شخص سال بھر کی محنت کے بعد ایک مجلس کرتا تھا اس نے بجائے ایک مجلس کے دس مجلسیں قرار دیکر اپنی مجلس کو عشرہ سے تبدیل کردیا

سالانہ مجلسیں اس وقت جو سالانہ مجلسیں منعقد ہوتی ہیں ان میں ۱۰ صفر تلسی رام کے احاطہ کی مجلس ۱۶ صفر کو پرنس مرزا محمد سلطان شاہ عرف یوسف مرزا صاحب کی قدیم مجلس، ننھے نواب صاحب ۱۹ صفر وقت عصر کی مجلس ۱۷ صفر مرزا مرتضیٰ حسین غریب کی مجلس ۲۴ صفر کو خان بہادر نواب سید حامد حسین خاں صاحب بہادر کی سرپرستی میں سلطنت ٹرسٹ کی طرف سے عالیجناب نواب سید استاد حسین خاں صاحب و نواب مہدی حسین خاں صاحب

رئیس اعظم کی سالانہ مجلس، نواب شہنشاہ حسین صاحب وکیل مرحوم کی چھٹی ربیع الاول رات کی مجلس بسبب اجتماع غیر معمولی وسیع حیثیت رکھتی ہے اس کے علاوہ روزانہ جو کثیر التعداد مجلسیں منعقد ہوتی ہیں ان کا تحریریں لانا دشوار ہے۔

یوم غم ایام عزا میں کئی یوم غم منعقد ہوتے ہیں جنہیں شیعہ بیت المال کا یوم غم جو جنت البقیع کی بربادی کی یادگار میں حکومت سعودیہ کے خلاف ۱۳۴۴ھ سے جاری ہے اور صفر کے پہلے اتوار کو امام باڑہ جھاؤلال تمام ماتمی انجمنیں اپنے دستے لیکر سینہ زنی کرتی ہوئی جاتی ہیں جناب قدوۃ العلماء مجتہد العصر نے اس کا انعقاد کیا اور جناب عمدۃ العلماء مولانا سید کلب حسین صاحب امام جمعہ نے بیت المال فنڈ سے اس مظاہرہ غم کو باقی رکھا ہے۔

(۲) ۲۰ صفر چہلم کا یوم غم پوری شان و شوکت سے کامیاب ہوا صبح سے برادران اہلسنت کے تعزیے چوک سے گذرتے رہے مسجد تحسین پر زائرین کا ہجوم تھا بازار میں وہ کشمکش تھی کہ گذرنا ممکن نہ تھا زوال کے وقت تک ہر محلہ میں چہلم کی مجلس ختم کرکے مومنین ۲ بجے سے کربلائے تالکٹورہ روانہ ہوتے ہیں اور وکٹوریا اسٹریٹ سے تالکٹورہ روڈ تک باوجود کئی میل کا فاصلہ ہونے کے جابجا سبیلیں اور عزاداروں کا ہجوم رہتا ہے نوحہ خوانی سینہ زنی گریہ وزاری مجمع غیر معمولی تھا سات بجے شب تک یہ غم افروز سلسلہ کربلا کے راستہ میں نظر آتا رہا اور جو مجلسیں للعداد احاطہ کربلا میں منعقد ہوئیں ان کی تعداد ضبط تحریر میں نہیں آسکتی کچھ احاطہ کے صد یہ تعزیہ پر اس جلوس کا اختتام ہوتا ہے

(۳) ۲۸ صفر کا یوم غم کچھ زیادہ کامیاب نہیں ہوسکا اور عموماً جس تعداد میں تابوت علم تعزیہ کربلائے تالکٹورہ جاتے ہیں وہ امسال بھی لائے گئے۔

(۴) آٹھویں ربیع الاول کا یوم غم جو وفات امام حسن عسکری ہونے کے لحاظ سے شیعیت کا آخری روز مصیبت ہے یوماً فیوماً کامیاب ہو رہا ہے اور جب تعزیہ کے بعد شہر کے تمام ماتمی دستے روضۂ کاظمین جاتے ہیں منصور نگر روڈ سے شبیہ مزار حضرت باب الحوائج تک جابجا انگیرے شامیانے حرم کے پھاٹک پر آیات قرآن مجید کے طغرے اور کتبے نصب کئے جاتے ہیں اور ہر ممکن آراستگی سے کام لیکر اس روز غم کو کامیاب بنایا جا رہا ہے۔

تعزیہ جو تعزیہ عشرہ کے دن اٹھ جاتے ہیں ان کے بعد تقریباً ۲۵ محرم روز وفات امام زین العابدین سے مومنین شہر کے تعزیے اٹھنا شروع ہو جاتے ہیں پہلے تو نخشو کا تعزیہ نقیر کا تعزیہ باعتبار مجمع اور جلوس کے لحاظ سے گذشتہ دور میں نواب میر محمد حسین صاحب مرحوم کا تعزیہ شمیم آرا بیگم مرحومہ کا تعزیہ نواب چھلکی قدر کا تعزیہ نواب میر اصغر حسین صاحب مرحوم کا علم تین صاحب کا تعزیہ شاہانہ جلوس اور شان و شوکت کیساتھ خلائق کے ہجوم میں مشہور تھا۔ مگر اب مندرجۂ ذیل تعزیوں سے عزاداری کی رونق ہے۔

(۱) چھوٹی رانی صاحبہ کا تعزیہ ۲۴ صفر کو اقبال منزل لکھنؤ سے اٹھتا ہے جلوس اور ماتمی باجے اس تعزیے کے

خاص پہلو ہیں وکٹوریہ اسٹریٹ کی وسیع سڑک پر جب پہونچتا ہے تو زائرین کے ہجوم سے دور دور کہیں جگہ باقی نہیں رہتی مہاراجہ محمود آباد کی اولوالعزمی کا ایک نمونہ ہے جو عزاداری کے لئے روح رواں تھے۔

(۲) میر نواب علی صاحب مرحوم کا تعزیہ ۱۷ ربیع الاول کو عصر کے وقت عرصہ دراز سے اٹھتا ہے میر صاحب نے عمر بھر پبلک کی خدمت کی اور علما کرام کی مجالس میں خصوصی خدمات سے رکن العزا کا خطاب حاصل کیا ان سے لکھنؤ کی کوئی مجلس کبھی نہیں چھوٹی تھی یہ تعزیہ عرصہ دراز سے اٹھتا ہے اور اب مرحوم کے فرزند چھبن صاحب اپنے والد کے صحیح قائم مقام ہیں اور اس کثرت سے مجالس میں شرکت کرتے ہیں کہ دوسرے مومنین کو انکی انہماک پر غبطہ ہوتا ہے تعزیہ میں اب بھی بہت بڑا مجمع ہوتا ہے اور اشرف آباد روڈ سے وکٹوریہ گنج تک اہل ایمان کا سمندر موجزن ہوتا ہے ابھی چند سال ادھر کی بات ہے کہ شہزادہ چھبن صاحب مرحوم اپنے مخصوص انداز میں اس تعزیہ میں سوزخوانی فرماتے تھے اوران کے خداداد اثر سے تعزیہ کامیاب ہوتا تھا ان کی رحلت کے بعد نواب سید عابد حسین عرف شہریار صاحب رئیس لکھنؤ کا پڑھنا بہت زیادہ نگاہ استحسان سے دیکھا جاتا ہے اس تعزیہ میں امسال ماسٹر راحت نے جو ملک کے مشہور اہل فن میں ہیں خواندگی کا فخر حاصل کیا اور حضرت مرزا دبیر مرحوم کا مشہور مرثیہ ع آہوے کعبہ قربانی داور ہیں حسین

اس دلدوز انداز سے پڑھا کہ مجمع میں ہلچل ہوگئی ان کی کامیابی کا راز انداز ادا، حسن صوت آواز میں قوت صحت الفاظ ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ شیعہ نہیں ہیں اوران سنی مسلمانوں میں ہیں جو عزاداری کو اپنی نجات سمجھتے ہیں ہم ماسٹر راحت کو اس کامیابی پر مبارکباد دیتے ہیں کہ وہ سرکار سید الشہدا میں دلی عقیدت رکھتے ہیں تعزیہ کے تمام مومنین انکی خواندگی کو نگاہ استحسان سے دیکھتے رہے خداوند عالم اور موفق کرے۔

(۳) حبیب تعزیہ آٹھویں ربیع الاول کو علی الصباح افضل محل کی ڈیوڑھی سے اٹھا مقامی اور غیر مقامی مومنین زیادہ سے زیادہ مقدار میں شریک ہوئے چوک سے گذر کر غلام حسین کے پل کے راستہ سے روضہ کاظمین جلوس آیا راہ میں کئی بار ارباب ذوق نے اس ماتمی جلوس کے فوٹو لئے حاجی حسن مرزا صاحب تاجر کے چھوٹے صاحبزادے چھبن صاحب کی نقابت بہت کامیاب ہوئی اور حاضرین نے کئی کئی بار پڑھوایا۔ اس کے علاوہ لاتعداد تعزیہ دو مہینہ آٹھ دن میں اٹھتے ہیں جن کی تفصیل سے بندہ قاصر ہے۔

مجالس کے عشرے سویم امام کے بعد سے شہر کے ہر حلقہ میں عشرے شروع ہوجاتے ہیں۔ (۱) جناب نجم الملۃ صدر الشریعۃ مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ مجتہد مرحوم کا عشرہ ثانیہ جس میں مختلف ذاکرین اور مرثیہ گو حضرات نے ذاکری کی جناب تاج العلما مولانا سید محمد ذکی صاحب قبلہ مجتہد اوران کے برادران عالی شان نے مجالس کا بہترین انتظام کیا (۲) ذاکری اور تبرک کے لحاظ سے نواب علی صاحب غسال مرحوم کے صاحبزادے کا بنا کردہ عشرہ وزیر گنج میں چہلم کے بعد بہت کامیاب رہا جس اقتصادی کشمکش کے دور میں روزانہ بڑے پیمانہ پر

تقسیم تبرک روز شیعہ ایتام کی ضیافت اور آخری مجلس میں بلوری پلیٹ میں پلاؤ کی تقسیم قابل تقلید اشیاء رہے جس سے ہزارہا غربا کی پرورش ہوئی (۳) امین آباد مسجد کلاں پھاٹک کے عشرہ میں ابتدا نہایت ۲۹ صفر جناب لسان الملۃ زبدۃ العلماء مولانا سید آغا مہدی صاحب قبلہ مدیر الواعظ نے سورہ ہل اتیٰ کی تفسیر محققانہ انداز سے بیان کی اس مجلس میں جملہ حاضرین اور تعلیم یافتہ طبقہ بڑے خلوص سے شریک ہوتا رہا اور غریب بانی مجلس واجد حسین صاحب مہتمم مسجد کلاں پھاٹک کی دعائیں لیں ۔ (۴) نواب سردار علی خاں صاحب دررانی رئیس اعظم لکھنؤ کی بنا کردہ مجالس نشکوہ پیلس میں یکم لغایت ۲ ربیع الاول بعد مغرب نہایت کامیاب ہوئیں مولانا سید محمد صاحب قبلہ زیدپوری نے فاضلانہ ذاکری فرمائی ۔ نواب صاحب خود بہ نفس نفیس ہر امیر و غریب کی خاطر تواضع میں مصروف رہے ۔ (۵) جیب تعزیہ کا عشرہ ۲۸ صفر سے ۷ ربیع الاول تک امامباڑہ ناظم صاحب مرحوم میں بہت زیادہ کامیاب ہوا مولانا سید ابرار حسین صاحب قبلہ باردی نے فضائل و مصائب بیان کئے مولانا کی ہر دلعزیزی اس عشرہ میں بڑھتی جاتی ہے یہ مجالس فضائل و مصائب ہر لحاظ سے معرکہ آرا ہوئیں ۔

اسکے علاوہ بکثرت مقامات پر عشرے ہوئے اور مقامی اور غیر مقامی مومنین نے خدمت سیدالشہداؑ صمیم قلب سے انجام دی سلطان المدارس کا عشرہ جو چند سال سے قائم ہوا تھا بوجوہ چند در چند منعقد نہیں ہوا ۔

روزانہ کی مجلسیں شہر میں بعض ایسے روشن خیال افراد بھی ہیں جو چہلم یا آٹھویں ربیع الاول تک روزانہ مجلس کرتے ہیں اس سلسلہ کی بعض مجلسیں افسوس ہے کہ موقوف ہوگئیں اور جو اب بھی تا چہلم روزانہ منعقد ہوتی ہیں انکی فہرست یہ ہے ۔

(۱) مسجد دیوان ناصر علی مرحوم کٹرہ ابوتراب خاں میں روزانہ بعد عصر ۔

(۲) مسجد تحسین علی خاں خورد واقع ڈیوڑھی آغا میر لکھنؤ منجانب علی حسن موذن مرحوم بعد مغرب

(۳) شریعتکدہ حضرت ناصر الملۃ والدین طاب ثراہ واقع نخاس قدیم لکھنؤ بعد مغرب

(۴) روضۂ کاظمین میں علی الصباح

(۵) روضہ نجف واقع نواز گنج میں ”

(۶) مسجد تبتی واقع باغ ٹکہ میں ”

موخر الذکر ہر سہ مجالس سالہا سال ہوا کرتے ہیں کوئی دن ناغہ نہیں ہوتا ۔ دوامی علم اور مقبرہ جناب عالیہ گولہ گنج کی مجلس میں خطیب اعظم مولانا سید محمد صاحب دہلوی کا بیان نہایت پر مغز تھا آٹھویں کی آخری مجلس کشمیری محلہ میں مجتہد اعظم جناب شمس العلماء مولانا سید ابن حسن صاحب قبلہ کی ناسازی مزاج سے پہلے قائم الملۃ مولانا سید قائم مہدی صاحب صدر الافاضل نے کامیاب پیش خوانی کی پھر جناب مدظلہ نے چند فقرات مصائب میں مجلس کو زیر و زبر کر دیا خداوند عالم شہر کی عزاداری کو اندترقی دے ۔

انجمن موید العلوم مدرسۃ الواعظین کی قابل قدر کتابیں

برادران ایمانی [illegible] آشوب میں لامذہبیت کی تیز و تند ہوائیں قصر ایمانی کو متزلزل کر رہی ہیں اہل ایمان [illegible] ہے کہ اس کی بنیادوں پر مثل سابق مضبوط و مستحکم کر کے ہر ممکن امکانی سعی در یغ نہ فرمائیں [illegible] اسوقت آپکے لئے یہ ضروری ہے کہ دنیا کے مختلف مذاہب کے [illegible] خیالات کا غائر مطالعہ فرمائیں [illegible] سے ایک ایک جلد ضرور طلب فرمائیں اور آپ کے حکم کی شکریہ کیساتھ تعمیل کرے گا۔

ملنے کا پتہ: [illegible] انجمن موید العلوم مدرسۃ الواعظین نمبر ۱۶ کیننگ اسٹریٹ لکھنؤ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
انگریزی تراجم و تصنیف	.	البنوۃ والخلافت	۴ر	مناظرہ معاد و تناسخ	۱ر۶	کشف حقیقت	۴ر
ترجمہ قرآن مجید حصہ اول غیر مجلد ۵ر		انسانی قربانی	۳ر	الاعجاز	۱ر۹	در تصوف	
مجلد	ع۸ر	اعجاز القرآن	۵ر	فلسـ[illegible]			
ترجمہ قرآن مجید حصہ دوم مجلد	۵ر	حقوق نسوان اور اسلام	۶ر	البنو[illegible]			۱ر۶
صحیفہ کاملہ حصہ اول مجلد	ع۶ر	تحقیق البداء	۶ر	خصـ[illegible]			۴ر
صحیفہ کاملہ حصہ دوم مجلد	۵ر	رازِ شہادت	۲ر	اسلا[illegible]			۶ر
المودۃ القربیٰ غیر مجلد	عہر	القول الجمیل فی التوارۃ والانجیل	۸ر	قرآ[illegible]			۶ر
دی پرافٹ اینڈ خلافت	۸ر	اسلام اور رواداری	۶ر	ردکا[illegible]			۳ر
اسلام اٹس ایتھکس اینڈ ٹرتھ	صہر	کربلا کا مجاہد	۱ر۶	رسا[illegible]		[illegible]	
یونٹی آف گاڈ	۲ر	مولود حرم	۱ر۶	سوانح[illegible]			۴ر
اسلام ان دی لائٹ آف فیتھ ازم	۱۲ر	تعلیم اسلام	۲ر	شر[illegible]			صہر
این اینڈ بل کنگ	۲ر	ید بیضا اور تحقیق مقبل موسیٰ	۶ر	شرعو[illegible] دوم	۸ر	پردہ پرسم	صہر
ٹریجیڈی آف کربلا	۱ر۶	قرآن اور اقتصادیات	۸ر	شریعت الاسلام ضمیمہ حصہ دوم	۳ر		۱۲ر
پیسیڈ سس	۲ر	تنقید قدامت دینیہ	۲ر	کارنامہ محرم	۳ر		۸ر
اسلام (ان دس)	۲ر	عبائرالانوار جلد دوم	۶ر	اسلامی صحیفہ	۴ر		
نماز	۲ر			سوانح عمری حضرت مسلم بن عقیل	صہر		
عبائرالانوار جلد اول	ے						

باہتمام مرزا احمد [illegible] پرنٹر و پبلشر الواعظ [illegible] سے چھپ کر شائع کیا۔